

ماہ شعبان کے روزے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

كان رسول الله ﷺ يصوم حتى نقول لا يفطر ، ويفطر حتى نقول لا يصوم ، فما رأيت رسول الله ﷺ استكمل صيام شهر إلا رمضان وما رأيته في شهر أكثر صياما منه في شعبان . (بخاری، کتاب الصیام، باب صوم شعبان : ۱۹۶۹)

”رسول اللہ ﷺ نفل روزے رکھتے تھے تو ہم آپس میں کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان المبارک کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ کسی مہینے میں آپ ﷺ نے شعبان سے زیادہ روزے رکھے ہوں۔“

کسب حلال حدیث کی روشنی میں

تشریح: امام نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ إن اللہ طیب قال القاضی هو صفة اللہ بمعنی المنزه عن النقائص فهو بمعنی القدس . (صحیح مسلم مع شرح النواوی)

”إن اللہ طیب“ کے بارے میں قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت پاک بھی ہے جس کا مطلب اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ حلال چیزیں کھانے کا صرف مومنوں کو حکم نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ”پہلے حلال چیزیں کھانا، پھر نیک اعمال کرنا۔“ اگر کوئی حلال اور پاکیزہ اشیاء استعمال نہیں کرتے لیکن پھر بھی نیک اعمال بجالاتے ہیں تو ان کے نیک اعمال اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔ رزق حلال، جسم کی صالِح پرورش اور روح کی بالیدگی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسب حلال کرنے والے کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے۔

بہترین کھانا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إن أطيب ما أكل الرجل من كسبه وولده من كسبه)) (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یأكل من مال والده، رقم: ۳۵۲۸)

”سب سے پاکیزہ غذا آدمی کی اپنی کمائی ہے اور اس کی اولاد، اس کی کمائی میں شمار ہے۔“

حلال چیزوں کی پرواہ نہ کرنا قیامت کی نشانی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ مَا يُبَالِي الرَّجُلُ مِنْ أَيْنَ أَصَابَ الْمَالُ مِنْ حِلَالٍ أَوْ حَرَامٍ .)) (نسائی، کتاب البیوع، باب اجتنب الشبهات فی الکسب رقم: ۴۴۵۹، صحیح الترغیب: ۱۳۹۶۳)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی پروا نہیں کرے گا کہ اس کے پاس جو مال آیا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔“

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قیامت قریب ہے ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ اپنے مالوں پر فخر کرتے ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں یہ ہمارے پاس جو مال ہے یہ حلال ہے یا حرام ذریعے کا ہے۔

سابقہ آیات و احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انسان خود جو محنت مشقت کر کے روزی کماتا ہے یہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہے اور اسے اس کا ثواب ضرور ملے گا۔ ہمارے مذہب اسلام میں کسب حلال کو بے حد اہمیت حاصل ہے اس لیے کسب حلال کو عبادت کے قبول ہونے کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ (عبدالرحیم بلتستانی)

فہرست

	جواہر پارے	✽
	ماہ شعبان کے روزے	
	کلمہ طیبہ	✽
	کسب حلال حدیث کی روشنی میں	
	اداریہ	✽
2	(حافظ احمد شاکر)	
	درس قرآن	✽
4	(مولانا ارشاد الحق اثری)	
	تفسیر سورۃ الفاطر..... (۲۱)	
	درس حدیث	✽
8	(حافظ محمد اشرف سعید)	
	توفیق الباری	
	علوم و معارف	✽
10	(حافظ رضوان عبداللہ)	
	باطل افکار و نظریات کا رد..... (۲)	
	ارکان اسلام	✽
15	(میسونہ شمرین، لاہور)	
	روزے کے تربیتی پہلو	
	تعلیم و تربیت	✽
22	(طیبہ ضیاء چیمہ)	
	آزمائش.....!	
	تذکار سلف	✽
24	(ڈاکٹر لائق باہری)	
	مولانا محمد حنیف ندویؒ..... ایک جید مفکر	
	تبصرہ کتب	✽
29	(محمد سلیم چنیوٹی)	
	شعر و ادب	✽
	نعت النبی ﷺ	
	(علیم ہا صری ظلالہ)	

سجدہ ریز ہونے کا وقت

اسلام کا دیگر مذاہب سے یہ نمایاں امتیاز ہے کہ اس کا ہر عمل با مقصد ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے بندے اور میری احسن تقویم یعنی سب سے اچھی تخلیق جہنم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو کر ہمیشہ کا امن، سکون، قرار اور چین حاصل کرے، جب کہ دیگر ادیان و مذاہب میں سے صرف آسمانی مذاہب کا اپنے اپنے وقت میں یہ مقصد تھا۔ لیکن وہ بھی ایک وقت تک یعنی دوسرے نبی اور دوسری شریعت کی آمد تک۔ اسلام چوں کہ نبی آخر الزماں محمد ﷺ پر نازل ہوا کہ اسلام کے بعد نہ کوئی شریعت آئی تھی اور نہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی۔ جس سے ثابت یہ ہوا کہ اب کسی بھی دین اور مذاہب کا اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ کوئی مقام ہے اور نہ کوئی حیثیت۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ دنیا میں با مقصد زندگی صرف مسلمان کی ہے اور ہر مسلمان کا خلقتاً اور فطرتاً مقصد آخرت پر ایمان ہے، جس سے یہ واجب ہو جاتا ہے کہ ہر مسلمان آخرت کی جواب دہی کا احساس کرے اور تیاری کرے کہ یہی اسلام کا منشا اور یہی نبی ﷺ کا مقصد بعثت ہے۔ صحیح حدیث شریف کے مطابق اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ حسب عقل و فہم ہر شخص کی زندگی کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر فعل اور عمل کا نتیجہ نیت کے مطابق ہی نکلتا ہے۔ قیام پاکستان کا مقصد مسلمانوں کی اقتصادی پستی بھی بیان کیا جاتا ہے اور کبھی اس کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی کبھار خصوصاً انتخابات کے موقع پر اسلام پسند..... اسلامی نہیں..... جماعتیں پاکستان کے دین پسند عوام کے جذبات بھڑکانے کے لیے پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کے نعرے بھی لگواتی تھیں۔ لیکن قیام پاکستان کا جو نتیجہ بدابنا نظر آتا ہے وہ اقتصادی یا معاشی حجم کے بڑھ جانے سے صاف ظاہر ہے جسے پالیسی سازوں کی نیت کا مظہر کہا جاسکتا ہے جن کی اکثریت کی ہجرت بغیر کسی جانی و مالی نقصان کے تھی، باقی رہی اپنے مال و جان کی قربانی دینے والوں کی اکثریت تو قربان ہو جانے والی اکثریت صرف اور صرف دین اور اسلام کے نفاذ کی حسیں خواہش پر قربان ہوئی۔ ان کو بلاشبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر جزا سے نوازے گا۔

وطن عزیز کے سیاستدان کارزار سیاست میں کس نیت سے گھروں سے نکلتے، اپنے اپنے علاقے کی غریب بستیوں میں جاتے، ان کی غمی خوشی میں شرکت کرتے، جلسے سجاتے، نعرے لگاتے، مال لٹاتے اور مجلسیں جماتے ہیں، اس کا اندازہ کامیابی کے بعد ان کی کارستانیوں، اللوں تللوں، انتخابات میں ایک روپیہ کا بیج بو کر شجر سیاست سے ہزاروں، لاکھوں جھڑتے روپوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان خدام عوام کی اصل نیت کیا تھی اور ان مسکین صورت سیاستدانوں نے کیا لیا اور قوم و وطن کو کیا دیا۔ سیاست کا حمام ایسا ہے کہ اس میں سب کا ہی لبادہ اتر جاتا ہے شاعر کی روح سے معذرت کے ساتھ رع جس کو ہو ”ایمان“ و دل عزیز وہ اس کی گلی میں جائے کیوں؟

قیام پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ اور ہر حکم ران نظریہ پاکستان کا راگ الاپتا رہا۔ لیکن یہ نظریہ ہے کیا؟ ن، ق، ج اور فنکشنل میں سے نظریہ پاکستان کی تشریح کس مسلم لیگ کی قبول کی جائے؟ نظریہ پاکستان جس کو ہمارے یہ لیڈر کم و بیش اسلام کا ہم معنی قرار دیتے ہیں وہ شاید ان چند مخلصین کا نظریہ تو ہو سکتا ہے جو عملاً کسی مسلم لیگ سے وابستہ نہیں، ورنہ ہر مسلم لیگ کا جو نظریہ ہمارے سامنے آیا ہے وہ سیم و زار اقتدار کا حصول ہی نظر آیا۔ کیوں کہ ہر مسلم لیگی مفاد زدہ ہوتا ہے یا..... اندرونی و بیرونی..... کسی قوت سے خوف زدہ! ہر مسلم لیگ کے نزدیک حکومت وہی جمہوری ہوتی ہے جس میں وہ گروہ برسر اقتدار ہو اور اگر کوئی دوسری مسلم لیگ اقتدار کی راہداریوں تک پہنچ گئی تو وہ غیر جمہوری ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا کڑا وچ نوک قلم پر اس لیے آگیا کہ گزشتہ چند ماہ میں مسلم لیگوں میں اتھل پھتل یعنی ع اک دل (لیگ) کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں

گرا کوئی وہاں گرا، کے مطابق ق لیگ جس پارٹی پر اپنے ”آباء“ کی موت کا الزام دھرتی رہی اب وہ اسی رقیب کے کوچے میں سر کے بل پہنچ گئی۔ چند ہفتے قبل ہی ن لیگ جس جماعت سے اس بری طرح نبرد آزما تھی کہ مونہہ سے جھاگ بہنے لگی تھی، وہ جماعت اپنا جگر آزما تھی رہی اور ن لیگ تیر۔ اب یہی دونوں جماعتیں گلے سے گلے ایسے مل گئیں کہ ان کے باہمی سارے گلے ہی جاتے رہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ ہر مسلم لیگ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی دعویدار بھی بنتی ہے۔ اگر لیگیوں کی اس بات کو مان ہی لیا جائے تو پھر ان کے عمل سے جس نظریے کا اظہار ہوتا ہے وہ صرف اقتدار ہی نظر آتا ہے کہ لیگیوں کو جس صحن میں دانہ نظر آ جائے یہ اسی منڈیر پر جا بیٹھتے ہیں۔ اس ساری طول کلامی کا حاصل یہ نکلا کہ کسی سیاست دان کے سامنے نہ ملک ہے نہ قوم، نہ عوام ہیں نہ معیشت۔ باقی رہا اسلام یا آخرت؟ اس کا تو شاید ہی کسی کو خیال آتا ہو، ان کو مقصد بننا یا نظریہ قرار دینا تو دور کی بات ہے۔

اب اگر بات نیت، مقصد یا نظریے کی چل ہی نکلی ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ دوسری سیاسی جماعتوں کے نظریات و مقاصد کا جائزہ بھی لیا جائے۔ ایک جماعت کا مقصد و نظریہ اپنا الگ صوبائی تشخص تھا۔ اس نے یہ مقصد اپنے آباء و اجداد کی ارواح کے کرب و اذیت کی پروا کیے بغیر کوچہ اغیار میں سرنگوں ہو کر پالیا۔ ایک جماعت اپنے لسانی تعصب کی بنا پر تفوق و برتری حاصل کرنے کے لیے اللہ کی مخلوق پر کسی بھی ظلم سے دریغ نہ کر کے بھی ہمیشہ مظلوم کی مظلوم اور مسکین کی مسکین رہی۔ نفاذ اسلام کے نعرے پہ جینے والی جماعت کی گاڑی اب تک ایک ہی پیسے پر چلانے میں کوشاں رہی، جب کہ اسلام امر بالمعروف کے ساتھ نبی عن المنکر کے بغیر نافذ ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ ہی بتائیے کہ ایک پیسے پر چلنے والی گاڑی منزل مقصود تو کیا پہنچے گی وہ سیدھی بھی نہیں چل سکتی تو یہ لوگ اس میں بھلا کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ رہی بات ایک نوآموز سیاست دان کی صلاحیتوں پر اعتماد کی تو جناب ۶۳ سال ہو گئے ہمیں تجربے کرتے اور مختلف لیڈروں کو آزماتے اب خدا را وطن عزیز اس کا متحمل نہیں۔ حکومتی کارندے اگر یہی رہے، اسٹیبلشمنٹ اگر یہی رہی، سب سے بڑی بات اگر دین سے دوری یہی رہی تو آپ کس فرشتے پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ وہ..... بدعنوانی کی..... نمک کی کان میں جا کر نمک نہ ہو جائے گا۔

باقی رہی خالص دینی بلکہ مسلکی جماعتیں جنہوں نے غیر دینی سیاست میں شامل ہونے کا خواہ مخواہ پنگا لیا ہوا ہے ان میں صرف ایک مولانا ہیں جنہیں حسب مقام مختلف القابات عطا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں اور دور حاضر کی تمام سیاسی آلانٹوں سے موصوف ہفت رنگ ہیں، کہ سیاست انہیں ورثے میں ملی ہے۔ باقی دینی جماعتوں کے لیڈر عموماً کسی سیاسی جماعت یا کسی سیاسی جماعت کے گروہ کا دم چھلا بن کر سیاست کا الزام لیے ہوئے ہیں۔ باقی رہی مقتدر سیاسی جماعت تو اس کے دو مقصد تھے۔ ایک سیاسی اور دوسرا عوامی۔ اس کا سیاسی مقصد غیر مسلم حکومتوں کی ہم دردی و توجہ حاصل کرنا اور عالمی طاغوتی طاقتوں کا ایجنڈا پورا کرنا تھا جس میں موجودہ قیادت کافی حد تک کامیاب ہے۔ عوامی مقصد عوام کے جذبات سے کھینا عوام کو نعروں میں بہلانا وہ اس میں بھی کامیاب ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عالمی ایجنڈے کی تکمیل میں کوئی سیاسی جماعت خصوصاً لیگی حکومتیں بھی کبھی کمزور نہیں پڑی۔ صرف میاں نواز شریف نے ایٹمی دھماکہ کرنے کی ایک ایسی حکم عدولی کی جو بلاشبہ ان کی ذاتی جرأت تھی۔ ورنہ کوئی سیاسی جماعت جماعتی حیثیت سے اس طرح کے جرأت مندانہ فیصلے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔

تو بات چلی تھی نیت، مقصد اور نتیجے کی تو وطن عزیز کے اصحاب الرائے، اصحاب دل غیر سیاسی زعماء وطن عزیز اور عوام کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑانے علماء و صلحاء سے مشورہ کر کے وطن عزیز کے لیے صاف نیت اور مقصد آخرت متعین کر کے ایسا راستہ اختیار کرنے کا لائحہ عمل طے کریں جس میں صرف اپنے اللہ، اپنے دین اسلام، اپنے مسلمان بھائیوں اور وطن عزیز کے وسائل پر اعتماد کیا جائے۔ اللہ کے حضور جھکا جائے، ورنہ آپ نے امر کی سفارت خانے میں ایسے بدترین اجتماع کی بھی خبر پڑھی ہوگی اور ہمارے اصحاب اقتدار اور سیاست دانوں کی بے حسی بھی دیکھی ہوگی، جو ایسی قوم کے نمائندوں کا اجتماع تھا جن کی بستی آسمان تک لے جا کر نیچے لٹائی گئی تھی اور پھر ان پر پتھروں کی بارش بھی برسائی گئی تھی۔ آئیے ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں اور وطن عزیز اور اس کے عوام کو اس عذاب سے بچانے کے لیے سجدہ ریز ہونے کا اجتماعی اہتمام کریں۔

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ضعیف سند سے میدان عرفات میں ایک دعا کے الفاظ ہیں:

اللهم انت تسمع كلامي وتر مكاني وتعلم
سري وعلايتي لا تخفى عليك شيء من
أمرى، وأنا البائس الفقير المستغيث
المستجير الوجل المشفق المقر المعترف
بذنبه، أسألك مسألة المسكين اللهم لا
تجعلني بدعائك شقيا وكن بي رؤفا رحيميا
خير المسؤولين يا خير المعطين .

(طبرانی، مجمع، ج: ۳، ص: ۲۵۲)

”اے اللہ تو میرا کلام سنتا ہے، میری حیثیت کو دیکھتا ہے، میرے اندرونی و بیرونی معاملات کو جانتا ہے، میری کوئی چیز تجھ سے چھپی ہوئی نہیں، میں لاچار فقیر ہوں، طلب گار ہوں، پناہ مانگنے والا ہوں، خوف کرنے اور ڈرنے والا ہوں، اپنی خطاؤں کا اعتراف ہے۔ میں مسکین کی طرح آپ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ! مجھے اپنے پکارنے میں ناامید نہ کر، میرے ساتھ رافت و رحمت کا معاملہ فرما۔ اے بہترین مسئول اور بہترین عطا کرنے والے۔“

رسول اللہ ﷺ کی یہ اور اسی نوعیت کی بہت سی دعاؤں سے واضح ہوتا ہے کہ بندہ اپنے ہر معاملے میں اللہ کا محتاج ہے۔ حافظ ابن قیم نور اللہ مرقدہ نے ”طریق البحر تین“ میں بڑی لطیف بات کہی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”انتم الفقراء الى الله“ تم اللہ کی طرف محتاج ہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے رب کی طرف فقیر ہو۔

کیوں کہ تمام انسان کیا تمام مخلوق اللہ کی ربوبیت کی محتاج ہے۔ اور یہ فقر اضطراری ہے جس سے کوئی نیک یا گناہگار، مومن یا کفر اللہ کی محتاجی سے خارج نہیں۔ یہ فقر نہ باعث ثواب ہے نہ باعث عتاب، نہ اللہ کے ہاں باعث مدح ہے۔ ہر انسان ہوا، پانی، غذا کا محتاج ہے حتیٰ کہ زندگی میں دوسرے انسانوں سے تعاون کا بھی محتاج ہے۔ بلکہ یہاں ”اللہ کی طرف محتاج“ ہونے کا یعنی اللہ کی الوہیت کی طرف محتاج ہونے کا ذکر ہے۔

یہی فقر اختیاری ہے اور یہی فقر انبیائے کرام اور صالحین وابرار کا ہے۔ اور یہ اس خوش نصیب کو حاصل ہوتا ہے جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اپنے آپ کی بھی معرفت و حیثیت سامنے ہوتی ہے۔ چنانچہ جو سمجھ لیتا ہے کہ غنی مطلق اللہ ہے وہ یہ بھی سمجھ لیتا ہے کہ میں سراپا فقر محتاج ہوں۔ جو جان لیتا ہے کہ میرا اللہ ہی قادر مطلق ہے، وہ یہ بھی سمجھ لیتا ہے کہ میں عاجز و بے بس ہوں۔ جو سمجھ لیتا ہے میرا اللہ ہی تمام عزت کا حق دار ہے، وہ اپنے بارے میں سمجھ لیتا ہے کہ میں سراپا مسکین و حقیر اور اس کا بندہ ہوں۔ جو جان لیتا ہے کہ علم و حکمت اللہ کی صفت ہے، وہ اپنے بارے میں اپنی بے خبریوں کا اعتراف کر لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ اپنی عبدیت کا اعتراف و اظہار کرنے والے اور اپنے اللہ کے سامنے اپنے فقر اور اپنی محتاجی کو سب سے زیادہ پیش کرنے والے تھے۔ آپ کی ایک دعا کے الفاظ ہیں:

اللهم رحمتك ارجو فلا تكلني الى نفسي طرفة
عين واصلح لي شأنى كله لا اله الا انت .
”اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، مجھے آنکھ جھپکنے

یہی فقر نافع ہے اور یہی مطلوب و مقصود ہے۔ یہ فقر مال و دولت کے منافی نہیں۔ انبیائے کرام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب مال و مولیٰ تھے۔ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام بھی صاحب مال و دولت تھے، حتیٰ کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہی اور سلطنت عطا فرمائی کہ ایسی بادشاہت مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنِي﴾ (الضحیٰ: ۸)

”اس نے تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔“

مگر اس انعام و اکرام کے باوجود فقیر تھے، اور اس لیے حقیقی فقیر وہی ہے جو ہمیشہ ہر حال میں اپنے اللہ کے سامنے اپنی محتاجی کا اظہار کرے اور ہر ضرورت اسی سے طلب کرے۔

﴿والله هو الغنى الحميد﴾ اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ ”غنی“ کے معنی تو انگری، بے نیازی اور ہر ایک سے مستغنی کے ہیں۔ اور کلی طور پر بے نیازی اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اس کے دوسرے معنی قدر محتاج ہونا اور ماتیسر پر قانع ہونا ہے۔ اسی معنی میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنِي﴾ (الضحیٰ: ۸)

”اور تجھ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔“

اور حدیث میں ہے:

الغنى غنى النفس .

”کہ غنی درحقیقت قناعت نفس کا نام ہے۔“

اور ”غنی“ کے ایک معنی مالدار کے ہیں۔ مگر اللہ کے لیے اس معنی میں یہ استعمال نہیں ہوا بلکہ ”الغنی“ سب سے بے نیاز اور کسی کی مدد کا محتاج نہ ہونے کے معنی میں آیا ہے۔

اس صفت کا عموماً اللہ کی صفت ”الحمید“ کے ساتھ ذکر ہوا ہے اس کے علاوہ ایک مقام پر ”غنی حلیم“ اور ایک اور مقام پر ”غنی کریم“ بھی وارد ہوا ہے۔ (البقرة: ۲۶۳، النمل: ۴۰)

ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر اور میری ہر حالت درست کر دے۔ تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔“

آپ سید الانبیاء ہیں اور امام الہدیٰ ہیں، پھر بھی اللہ سے عرض کرتے ہیں:

یا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك .

”اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“

آپ ﷺ سے بڑھ کر کون جاننے والا ہے کہ دل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔

اللہ ہی نے تو فرمایا ہے:

﴿وَلَوْلَا أَنْ تَبْتَئِنَا لَقَدْ تَرَكْنَا لِيَوْمِهِمُ الشَّيْءَ

فَلِيلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۷۴)

”اور اگر ہم نے تجھے ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو قریب تھا کہ تھوڑا سا تو ان کی طرف مائل ہو جاتا۔“

اپنی عبدیت کے اظہار میں فرماتے ہیں:

لا تطروني كما أطرت النصارى المسيح ابن مريم انما انا عبد فقولوا عبد الله ورسوله .

”میرا مرتبہ اس طرح نہ بڑھا دینا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مرتبے سے بڑھا دیا تھا۔ بے شک میں بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔“

آپ فرماتے ہیں لوگو!

ما احب ان ترفعوني فوق منزلتي انما انا عبد .

”میں پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھاؤ، بے شک میں بندہ ہوں۔“

اسی مقام فقر و عبدیت اور اللہ کی کامل معرفت کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے مقام وسیلہ عطا فرمایا اور قیامت کے روز پوری انسانیت پر آپ ﷺ کا سر بلند فرمایا۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:

﴿وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ﴾ (الانعام: ۱۳۳)

”اور تیرا رب ہی ہر طرح بے پروا، کمال رحمت والا ہے۔“

﴿الحمید﴾ تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے اور اپنی ذات میں محمود ہے۔ کوئی انسان اس کی حمد کرے نہ کرے مگر حمد کا مستحق وہی ہے۔ اس حقیقت کو ہر ذرہ ذرہ جانتا ہے اس لیے وہ اس کی حمد و تسبیح بیان کرتا ہے۔

﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ

تَسْبِيحَهُمْ﴾ (بنی اسرائیل: ۴۴)

”اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔“

اور اللہ ہی ہے جو غنی اور حمید ہے۔ ایک انسان اپنے مالدار ہونے کی وجہ سے ”غنی“ تو ہے مگر وہ دوسروں سے بے نیاز نہیں، اسی لیے وہ ”حمید“ نہیں، ”حمید“ وہی ہو سکتا ہے جو بے پروا ہو، کسی سے کوئی فائدہ اٹھانے والا نہ ہو مگر اپنے خزانوں کے منہ دوسروں کے لیے کھول دینے والا ہو۔ انسانوں میں محض مالدار ہونا لائق تعریف نہیں ہوتا، بلکہ وہی مالدار لائق تحسین و تعریف ہوتا ہے جو وجود و سخا کا مظاہرہ کرتا ہے۔ مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو ایسا غنی ہے جو ہر ایک سے بے پروا ہے، ہر ایک کو جو کچھ مل رہا ہے اسی کے دسترخوان سے مل رہا ہے۔ کوئی اس کی حمد کرے نہ کرے اسے اس کی کوئی پروا نہیں۔ کوئی حمد کرے گا تو اسی کو فائدہ پہنچے گا۔

اللہ ”غنی“ ہے۔ سب سے بے نیاز ہے۔ اس کے باوجود وہ فرماتا ہے مجھ سے مانگو میں دوں گا، جب کہ انسان فقیر ہے اور قدم بہ قدم اللہ کا محتاج ہے مگر وہ اللہ سے نہیں مانگتا بلکہ ان سے مانگتا ہے جو خود محتاج ہیں اور نہ انھوں نے کسی کو مانگنے کے لیے کہا ہے۔ اس لیے اس سے مانگو جو غنی ہے۔ حرصت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

سب اپنے اپنے حال میں ہیں احتیاج مند
دل میں کسی کو جان کے حاجت روا نہ مانگ

مانگ اور مانگ، مانگ سدا مانگ حق سے مانگ
مت مانگ کچھ نہ مانگ بشر سے ذرا نہ مانگ
خالق سے مانگ تسمہ بھی ہو خواہ کشف کا!
سلگ گہر اور شہ دریا مطانمہ مانگ
ہے دینے والا سب کو غنی حمید ہی
خلقت سے دے کے واسطہ کبریا نہ مانگ
مسلمان ایک بات تجھے راز کی کہوں!
تو حق سے حق کو مانگ کبھی ما سوا نہ مانگ
﴿إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ وَمَا ذَلِكُ
عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿﴾ (الفاطر: ۱۶، ۱۷)

”اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے، اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔“

یہ آیات بھی پہلے موضوع کا تتمہ ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بے نیازی کا بیان ہے۔ اگر اللہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے۔ یہ سب اس کی پشت پر موقوف ہے۔ یوں نہیں کہ تمہارے باقی رکھنے میں اللہ کی کوئی مجبوری ہے۔ اللہ چاہے تو تمہیں فنا کر کے تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئے، اگر وہ یوں کرنا چاہے تو یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ یہی بات اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم میں فرمائی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ وَمَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿﴾ (ابراہیم: ۲۰، ۲۱)

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے، اور یہ اللہ پر ہرگز مشکل نہیں۔“

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری نافرمانیوں کے باوجود ایسا نہیں کرتا تو یوں نہیں کہ وہ ایسا کر نہیں سکتا یا تمہارا باقی رکھنا اس کی کوئی مجبوری ہے بلکہ یہ تمام تر اس کی رحمت و شفقت ہے کہ تم جی رہے ہو۔ اسی حقیقت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب پلک جھپکنے سے پہلے تخت کو اپنے سامنے پایا تو فرمایا:

﴿هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌ كَرِيمٌ﴾

”یہ میرے رب کے فضل سے ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً میرا رب بہت بے پروا، بہت کرم والا ہے۔“ (النمل: ۴۰)

سورۃ العنکبوت میں فرمایا:

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (العنکبوت: ۶)

”اور جو جہاد کرے وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، یقیناً اللہ تو سارے جہانوں سے بے پروا ہے۔“

اس لیے اگر کوئی نیک ہے تو اس میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اسی کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر کوئی متمرّد اور نافرمان ہے تو اس میں اللہ کا کوئی نقصان نہیں، اللہ سب سے بے پروا ہے۔ اس کی سلطنت تب بھی قائم تھی جب انسان عالم وجود میں آیا ہی نہیں تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث، جو سابقہ آیت کے تحت ذکر ہوئی ہے، میں بھی اس کا بیان ہے بلکہ اپنے خطبہ میں بھی عموماً رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

ومن يعص الله ورسوله فقد غوى ولا يضر إلا نفسه ولا يضر الله شيئاً.

”جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے بے شک وہ غلط راستے پر چلا اور وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرے گا۔“

نافرمانیوں کے باوجود اسے یہاں مہلت میسر ہے تو یہ اس کی رحمت و حکمت کا نتیجہ ہے اللہ کے لیے ایسے نافرمانوں کی جگہ کسی اور کو لے آنا کچھ بھی مشکل نہیں۔

کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

﴿وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَةِ قَوْمٍ آخَرِينَ﴾ (الانعام: ۱۳۳)

”اور تیرا رب ہی ہر طرح بے پروا کمال رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جانشین بنا دے جسے چاہے، جس طرح اس نے تمہیں کچھ اور لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے۔“

اس لیے تمہاری نافرمانیوں کی بنا پر تمہیں جو مہلت مل رہی ہے تو یہ اس کی رحمت کا نتیجہ ہے یوں نہیں کہ تمہارا باقی رکھنا، اللہ کی کوئی کمزوری ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

﴿وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ (محمد: ۳۸)

”اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تمہاری جگہ تمہارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمہاری طرح کے نہ ہوں گے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (ابراہیم: ۸)

”اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔“

اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کے بارے میں بھی یہی فرمایا ہے کہ جو شکر گزار ہے اس کا فائدہ اسی کو ملے گا۔ اس کی شکرگزاری سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں۔

﴿وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (لقمان: ۱۲)

”اور جو کوئی شکر کرے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو یقیناً اللہ بہت بے پروا، بہت تعریفوں والا ہے۔“

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: تقبیل الید

ہاتھ کا بوسہ لینا

۱۰۰۱. عن ابن عمر قال: كنّا فی غزوة، فحاص الناس حیصه، قلنا: کیف نلقى النبی ﷺ وقد فررنا؟ فنزلت: ﴿إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ فقلنا: لا نقدّم المدينة فلا یرانا أحد، فقلنا: لو قدّمنا، فخرج النبی ﷺ من صلاة الفجر، قلنا: نحن الفرارون، قال: ((أنتم العكّارون)) فقبلنا یدہ، قال: ((أنا فتتکم)) (ضعیف)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ہم ایک غزوہ میں تھے لوگ ایک بار دشمن پر حملہ کرنے کے لیے پیچھے ہٹے تو بری طرح بکھر گئے ہم نے کہا اب ہم رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے کیوں کہ ہم میدان جنگ سے بھاگے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی الا متحرّفا لقتال۔ ”سوائے ان کے جو جنگ کے لیے رخ بدلیں“ ہم نے کہا اب ہم مدینہ میں نہیں جائیں گے تاکہ کوئی ہمیں نہ دیکھے پھر ہم نے سوچا کہ مدینہ چلنا چاہیے ہم چلے جب رسول اللہ ﷺ نماز فجر پڑھ کر نکلے تو ہم نے کہا ہم تو بھاگ گئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو آپ نے فرمایا میں تمہارا ساتھی ہوں۔“

۱۰۰۲. عبد الرحمن بن رزین قال: مرّنا

بالربذة فقیل لنا: ها هنا سلمة بن الأكوع فأتیته، فسلمنا علیه فأخرج یدیه فقال: بايعت بهاتین نبی اللہ ﷺ، فأخرج کفّا له صخمة، كأنها کف بعیر، فقمنا إليها فقبلناها.

”حضرت عبدالرحمن بن رزین سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں ایک بار ربذہ (مقام) سے ہمارا گزر ہوا ہمیں پتا چلا کہ یہاں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو (کپڑوں سے) باہر نکالا اور فرمایا کہ میں نے ان دونوں ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے۔ انہوں نے اپنی ہتھیلی دکھائی جو کہ اونٹ کی ہتھیلی کی طرح موٹی تھی ہم کھڑے ہو گئے ہم نے آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔“ (حسن الإسناد)

۱۰۰۳. عن عبد الله ابن جُدعان، قال ثابت لأنس: أمسست النبی ﷺ بیدک؟ قال: نعم، فقبلها. (ضعیف الإسناد)

”حضرت عبداللہ بن جدعان سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، حضرت ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں کو مس کیا (چھوا) ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ تو ہم نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لے لیا۔“

فائدہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا منع قیام تعظیم پر اور یہ واضح ہے۔ یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ترمذی اور ابوداؤد میں اس لفظ سے آئی ہے من سرہ ان يتمثل له الرجال قیاما فلیتبعوا معقده من النار مرقات میں کہا ہے مراد تمثیل سے یہ ہے کہ واسطے خدمت و تعظیم کے سامنے اس کے کھڑے ہوں۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ واسطے خدمت کے کھڑے ہوتے تھے نہ واسطے تعظیم کے۔ فلا باس۔

باب: بدء السلام

سلام کہنے کی ابتداء کب ہوئی

۱۰۰۷. عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ قال: ((خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ ﷺ وَطَوَّلَهُ سِتُونَ ذِرَاعًا، قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أَوْلَئِكَ - نَفَرٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٍ - فَاسْتَمَعَ مَا يُجِيبُونَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةٌ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوا: أَلَسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَتِهِ، فَلَمْ يَزَلْ يَنْقُصُ الْخَلْقُ حَتَّى الْآنَ.))

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان کے قد کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی، پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا ان فرشتوں کی جماعت کو جا کر سلام کہو جو وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور پھر سن کہ وہ مجھ کو کیا جواب دیتے ہیں۔ وہی تیرا اور تیری اولاد کا تحفہ سلام ہوگا۔ پھر آدم علیہ السلام نے جا کر فرشتوں کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرشتوں نے جواب میں لفظ رحمۃ اللہ زیادہ کیا سو جو بھی کوئی جنت میں جائے گا وہ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا (اس کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا) اس وقت سے اب تک انسانوں کا قد گھٹتا رہا ہے، یا کم ہو رہا ہے۔“ (صحیح البخاری)

باب: تقبیل الرجل

ہاتھ پاؤں چومنے کا بیان

۱۰۰۴. عن الوازع بن عامر قال: قَدِمْنَا، فَقِيلَ: ذَاكَ رَسُولُ اللَّهِ فَأَخَذْنَا بِيَدَيْهِ وَرَجَلَيْهِ نَقْبُلُهَا. (ضعيف الإسناد)

”حضرت الوازع بن عامر سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ہم آئے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ ہم ان کے ہاتھ پاؤں کو پکڑ کر چومنے لگے۔“

۱۰۰۵. عن صُهَيْبٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يَقْبَلُ يَدَ الْعَبَّاسِ رَوْرَجَلِيهِ. (ضعيف الإسناد)

”حضرت صہیب سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیتے تھے۔“

باب: قيام الرجل للرجل تعظيماً

کسی آدمی کا دوسرے آدمی کے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا

۱۰۰۶. عن أبي مجلز يقول: إِنَّ مَعَاوِيَةَ خَرَجَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فُعُودًا، فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَقَعَدَ ابْنُ الزُّبَيْرِ - وَكَانَ أَوْزَنَهُمَا - قَالَ مَعَاوِيَةُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَمْتَلَّ لَهُ عِبَادُ اللَّهِ قِيَامًا فَلْيَتَّبِعُوا بَيْتًا مِنَ النَّارِ.))

”حضرت ابو مجلز سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے عبداللہ بن عامر ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور عبداللہ بن زبیر بیٹھے رہے۔ وہ ان دونوں میں جسم کے لحاظ سے زیادہ بھاری تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ لوگ کھڑے ہو کر اس کی تعظیم کریں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“ (صحیح)

باطل افکار و نظریات کے رد و ابطال میں علم کی اہمیت

اور اس کا مقام

تحریر: علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ ترجمہ: پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمن فریوائی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مجسم محسوس اور قابل مشاہدہ مخلوق کے بارے میں یہ بتایا کہ ان کا ادراک کیسے ہو، یہ ایسی مخلوقات ہیں جن کا ادراک عقل کرتی ہے اور جن کا ادراک ہر انسان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کو بچھونا بنایا جس پر ہم سوتے ہیں اور چلتے ہیں اور جس پر ہم اپنے مویشیوں کو چراتے ہیں، درخت اور پودے اگاتے ہیں اور جس کی تہ سے طرح طرح کی معدنیات نکالتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بادلوں سے بارش برسائی، جس سے ہمارے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے، کس نے بارش برسائی؟ انسانوں کی بوئی ہوئی یا خودروسبزیاں اور پھلوں کو جسے انسان اور حیوان کھاتے ہیں، کس نے اگایا؟

یہ ساری چیزیں اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو اس کی عظیم قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رب العالمین ہے، یہ ٹھہری ہوئی اور پرسکون زمین جسے اللہ رب العزت نے پہاڑوں سے استقرار بخشا ہے، جنہیں زمین کے لیے کھوٹا بنا رکھا ہے، اور جس نے زمین کو اس طرح پرسکون بنا دیا ہے کہ ہم اس پر اپنی زندگی گزار رہے ہیں، اور جس پر ہم، ہمارے چوپائے اور ہماری گاڑیاں اطمینان کے ساتھ متحرک ہیں، جن کی فضاؤں میں ہمارے ہوائی جہاز محو پرواز ہیں، زمین میں جتنی مخلوقات اللہ نے پیدا کی ہیں ہم سب سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اسی طریقہ سے اللہ رب العزت نے ہمارے اوپر آسمان کو پیدا کیا جنہیں متحرک اور ثابت ستاروں سے مزین کیا، سورج اور چاند کو بنایا

ربوبیت سے عبادت پر استدلال: پھر بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ ان دلائل کا تذکرہ کرتا ہے، ایک مسلمان ان دلائل میں جب غور و فکر کرتا ہے تو اسے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ عقلی دلائل ان نقلی دلائل کے مؤید ہیں۔ اسی واسطے اللہ رب العزت نے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ کے بعد دلیل قائم کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس واسطے ہماری عبادت کا مستحق ہے کہ وہ ہمارا خالق ہے اور وہی بندوں کے مصالح کی نگرانی کرتا ہے، یہ بات فطرتِ سلیمہ اور عقولِ صحیحہ کے واسطے سے ہمیں معلوم ہے کہ انسانوں نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا ہے، بلکہ ان کا خالق اللہ جل شانہ ہے، اور یہ بات عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہے۔

﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرة: ۲۲)

”وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی کے ذریعے پھلوں کی غذا نکالی، تم لوگوں کے واسطے، پس اب تم ایسا نہ کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک اور ہم پایہ بناؤ اور تم جانتے بوجھتے ہو (کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔)“

وغرائب ہیں، اسی طرح یہ زمین اپنی وسعت اور پھیلاؤ اور نہروں اور پہاڑوں کے ساتھ، پھر لیل و نہار کی یہ گردش، آسمانوں سے مینہ کا برسنا، سمندروں سے انسانوں کے کام آنے والی چیزیں، سمندروں کے سینے پر انسانوں کی ضروریات اور خود انسانوں کو ڈھونڈنے والے اور ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے والے پانی کے جہاز، پھر اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، اور اس پانی سے سوکھی زمین کو سرسبز و شاداب کر دیا، زمین میں ہر قسم کے حیوانات پھیلا دیئے اور آسمان وزمین کے مابین مسخر بادلوں اور ہواؤں کو چلایا، ان بڑی بڑی نشانیوں میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس بات کی رہنمائی یہ ہے کہ ان چیزوں کو پیدا کرنے والی اور انھیں عدم سے وجود میں لانے والی ہستی موجود ہے اور وہ رب العالمین کی ذات ہے، اور یہ مخلوقات اللہ ہی کی ذات سے قائم ہیں۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ﴾

(الروم: ۲۵)

جن نشانیوں کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں یا جن دلائل کو ہم پڑھ اور جان رہے ہیں، ان سے صرف صحیح فکر و نظر رکھنے والے لوگ ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آیت کے اخیر میں ارشاد فرمایا: ﴿لَا يَلَيْتُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ یعنی ”یہ نشانیاں عقل و فہم رکھنے والوں کے لیے ہیں۔“

انبیاء و رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے سچے لوگ ہیں، جنہوں نے اپنی حقانیت و صداقت کے دلائل دیئے ہیں، معجزات ان کی صداقت و حقانیت کی دلیل ہیں۔ انہوں نے ہمیں یہ ساری باتیں بتائی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ یہ سب اللہ کی صنعت و کارگیری ہے۔ وہی ہمارا رب ہے، وہی ہمارا خالق ہے، وہی رحمن، رحیم، سلام اور قدوس اور دوسرے اسمائے حسنی و صفات علیا سے متصف ذات ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے کہ وہی حکیم و علیم اور قادر مطلق ذات ہے۔

ملاحظہ و مذاقہ کی تردید:

وجود باری تعالیٰ کے منکر، شیوعیت، اشتراکیت اور الحاد و زندقہ

تاکہ انسان وحدہ لا شریک، خالق عظیم، علی و کبیر کی قدرت کو جان لے، پھر یہ بیش بہا کھیتیاں، نوع بنوع پھل اور میوہ جات جن میں بڑے منافع اور مصالح ہیں، ان کے رنگ میں، حجم میں، مزا میں کافی اختلافات و تنوع ہے، یہاں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے اور اس کی عبادت کے استحقاق کا پتا چلتا ہے۔

﴿وَالْهَكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝﴾

(البقرة: ۱۶۳، ۱۶۴)

”اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی بخشش کرنے والا مہربان ہے بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ آدمیوں کے نفع کی چیزیں اور اسباب لے کر سمندر میں چلتے ہیں اور بارش کے پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد تروتازہ کیا، اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے، اور ہواؤں کے پھیرنے اور بدلنے میں، اور بادلوں میں جو زمین کے اور آسمان کے درمیان مقید و معلق اور حکم سے بندھے ہیں، البتہ بے شمار نشانیاں اور (توحید) کے دلائل (موجود) ہیں، ان لوگوں کے لیے جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔“

کائنات کی جن نشانیوں کو ہم دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے استدلال فرما کر ہماری ہدایت و رہنمائی کرتا ہے۔ ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ یہ آسمان اپنی وسعتوں اور بلندیوں میں اور اس میں جو عجائب

کہ وہ باپ بیٹے، بھائی بہن اور بیوی وشوہر کے مابین فرق و امتیاز کو سمجھیں۔ حتیٰ کہ حیوانات بھی ان چیزوں میں تمیز کرتے ہیں۔

اباحت کے دعوے داروں کی تردید:

جن لوگوں نے اباحت کا دعویٰ کیا، ہر طرح کی برائیوں کے ارتکاب کو ہر حال میں انسانوں کے لیے جائز رکھنے کی بات کہی، اور ان مسائل میں کسی طرح کا مضائقہ نہ محسوس کیا تو ایسے سارے لوگ ملحد، بے دین اور گمراہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس الحادی مذہب کا ابطال فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس سے انبیاء و رسل علیہم السلام کی بعثت اور بندوں پر کتابوں کا نزول اپنے حقوق کو بیان کرنے کے لیے، اور یہ بتانے کے لیے کیا کہ کون سی چیز طیب و حلال اور کون سی چیز خبیث و حرام ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انبیاء و رسل علیہم السلام کی لائی ہوئی باتوں کو اپنانے اور اس کے مخالف امور کو ترک کر دینے کی وصیت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں میں حلال کو حرام سے، ہدایت کو گمراہی سے، معروف کو منکر سے اور خیر کو شر سے تمیز کر کے اس کو مفصل طور پر بیان کر دیا ہے۔

لیکن ابا حیوں، کمیونسٹوں اور ماسونیوں نے ان ہدایت سے کلی طور پر اعراض کیا، اور ان تمام تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا، وہ نہ تو اخلاق کریمانہ کے پابند ہیں نہ ہی انہوں نے صحیح عقل و دماغ ہی سے اپنا رشتہ استوار کیا ہے۔ اس لیے انہوں نے حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کے مابین تمیز کرنے والی اور رشد و ہدایت پر مبنی انبیاء و رسل علیہم السلام کی تعلیمات کو نہیں اپنایا۔

کتاب و سنت اور احوال عالم میں غور و فکر کرنے والوں کو یہ معلوم ہے کہ انبیاء و رسل من جانب اللہ حرام و حلال امور پر مبنی جو تعلیمات لے کر آئے ہیں وہ سب کی سب حق ہیں۔ یہ برگزیدہ ہستیاں حلال و حرام اور طہیات و خباثت کے مابین تفریق و امتیاز کی خاطر مبعوث کی گئیں، تاکہ انسانی معاشرہ رشد و ہدایت، خیرات و حسنات، بیان و توضیح، اخلاق کریمانہ، صفات حمیدہ وغیرہ امور کی روشنی میں اپنا سفر

کے داعیوں اور متادوں پر ان آیات میں بھرپور رد و ابطال ہے۔ کیا یہ ساری کائنات اور کائنات کی مخلوقات خود بخود وجود میں آگئی ہیں؟ کیا کوئی عقل مند آدمی ایسا کہہ سکتا ہے؟ بلکہ اگر تم کسی عاقل سے کہو کہ پانی کا ایک پیالہ خود بخود پیدا ہو گیا تو وہ تمہیں پاگل کہے گا، چائے کا گلاس، قہوہ کی پیالی، چچہ اور لٹھی وغیرہ کے بنانے کا علم ہے تو اس عظیم کائنات جس کو اللہ نے عدم سے وجود بخشا اور اس میں بے حد و شمار نشانیاں اور منافع رکھے، کا موجد صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے۔ پھر اس خالق کائنات نے اپنے ایسے نام و صفات بتائے، جو ذات باری تعالیٰ کو لائق و سزاوار ہیں۔ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اس کے ناموں اور صفات کو بتایا، اس کی خوبیوں کا گن گایا، اس کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا، ان انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت و حقانیت پر دلائل و براہین قائم ہو چکے ہیں، جن کے سرتاج ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں جو سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم کتاب اور عام رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا، آپ کے ذریعہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کو واضح طور پر بیان کر دیا۔

ماسونیت اور اشتراکیت:

اس کے بعد ماسونیت کے داعیوں اور مبلغوں کا ظہور ہوا جن کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگوں کو دوبارہ بہیمانہ حالت میں پہنچا دیں، ہر چیز میں مساوات ہو جائے۔ یہ لوگ اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کے خلاف جنگ چھیڑے ہوئے ہیں، تاکہ انسانوں کو حیوانوں کی طرح بنا دیں، تاکہ وہ خیر و شر اور حق و باطل میں تمیز نہ کر پائیں، یہ سراسر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے خلاف ہے، قرآن کے خلاف ہے، عقل صحیح اور فطرت سلیمہ کے خلاف ہے، جس پر اللہ نے بندوں کو پیدا کیا ہے، اللہ نے لوگوں کی فطرت میں یہ بات ڈال دی ہے کہ وہ اخلاق حسنہ، اعمال صالحہ، عدل و انصاف اور حق و صداقت کا اعتراف کریں، ظلم و عدوان اور ایذا رسانی کو ناپسند کریں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں میں یہ فطرت و دلیعت کی ہے

جاری رکھے۔

یہ اوصاف و اخلاق انسانوں کی جان، مال، عقل، دین، بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں، تاکہ کوئی انسان کسی پر ظلم و زیادتی نہ کر سکے۔ اس طرح معاشرہ میں امن و امان برقرار رہتا ہے، اخلاق درست رہتے ہیں، حالات بہتر ہو جاتے ہیں، اور لوگ مامون رہتے ہیں، ہر انسان اپنے لین دین، بیع و شراء اور شرعی طریقوں سے حلال کمائی کے تملک اور اس میں مفید اور بے ضرر تصرف وغیرہ امور و معاملات میں آزاد رہتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جھوٹی نبوت:

جس شخص نے غیر اسلامی افکار و نظریات کی دعوت دی، جیسے قادیانی وغیرہ، جنہوں نے نئے رسول کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا تو اس کا یہ دعویٰ باطل اور اس کے یہ افکار و نظریات گمراہ کن ہیں، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں، جن پر مہر نبوت لگ چکی ہے۔ متواتر احادیث سے بھی یہ ثابت ہے، سابقہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی بعثت محمدی ﷺ کی بشارت دی ہے۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (الاحزاب: ۴۰)

”لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔“

لیکن عوام کا لالعام ہر دعویٰ پر شش و پنج کا شکار ہو جاتے ہیں، ان پر ہر چیز مخفی رہتی ہے، وہ حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کے درمیان تفریق و امتیاز نہیں کر پاتے، علم اور بصیرت کے فقدان کے باعث وہ ہر آواز پر لپک کہتے، اور ہر گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ”مرزا غلام احمد قادیانی“ نامی جھوٹے نبی کے جھوٹے دعوائے نبوت پر عوام کا لالعام نے لپک کہا، اس کی ہر بات اور ہر تحریر کی تصدیق کی جو نص قرآنی اور متواتر احادیث کے خلاف ہے، یعنی نبی

اکرم محمد ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔

یہ سب کیسے ہو جاتا ہے، اور بنی نوع انسان کے عقل مند اور پڑھے لکھے لوگوں کی نظروں سے تھاق کسے پوشیدہ ہو جاتے ہیں، اور یہ شکوک و شبہات کا شکار کیسے ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ اس کا بطلان نہایت ہی ظاہر و باہر امر ہے۔

اللہ رب العزت اپنے بندوں کو عجائب و غرائب اور عبرت و موعظت کے قابل چیزوں کا مشاہدہ کراتا ہے جن میں صاحب عقل کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ (الحج: ۴۶)

”پس حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

بہائیت اور باہیت:

اسی طریقہ سے بہائیوں اور باہیوں کا معاملہ ہے جنہوں نے باطل دعوے کیے، خود گمراہ ہوئے اور عوام کا لالعام کو بھی گمراہ کیا۔ ان کے اولین داعی نے سب سے پہلے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا، پھر اپنے رب العالمین ہونے کا اعلان کیا، ان کا باطن بالکل ظاہر ہے لیکن بایں ہمہ ان کے اتباع، مبلغین اور ان کے باطل کو رواج دینے والے اداروں اور تنظیموں کو سرگرم عمل دیکھتے ہیں۔ بسا اوقات ان میں سے بہت سے لوگ حق سے آگاہ ہوتے ہیں اور یہ جانتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں لیکن باطل کی یہ ظاہری تائید کسی دنیاوی مقصد کے لیے ہوتی ہے، اس کے اس باطل میں عوام کا لالعام بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾ (الفرقان: ۴۴)

”کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ

خواہش کی پیروی کرتا ہو بغیر اس کے کہ من جانب اللہ کوئی دلیل اور ہدایت اس کے پاس ہو۔“ (القصص: ۵۰)

دجال کا ظہور:

اسی طریقہ سے آخری زمانہ میں دجال کا ظہور ہوگا، جاہلوں اور کور اندیشوں کا ایک جم غفیر اس کے متبعین میں ہوگا۔ دجال جن باطل امور کی ترویج کرے گا اور جن خرق عادات امور کو لے کر آئے گا عوام کا لانا عام کے شک و شبہ میں پڑنے اور ان کی گمراہی کے لیے وہ کافی ہیں۔

نسخہ کیمیا:

تمہیں ہر جھوٹے اور باطل مذہب کے اتباع و مویدین ملیں گے، لیکن وہ رشد و ہدایت اور عقل سلیم سے عاری ہوں گے، جس شخص کے پاس تھوڑی سی بھی نظر و بصیرت ہے اور حق کی طلب میں اسے رغبت و دلچسپی ہے تو اس کے لیے سلف صالحین کا طریقہ اپنے واضح اور قطعی دلائل و براہین کی بنا پر اظہار من الشمس ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں اور رسول اکرم ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ میں بیان فرمادیا ہے کہ کتاب و سنت سے تمسک اور صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین کی روشنی میں چلنے میں خیر و فلاح ہے۔

داعیان حق کا اسلوب دعوت:

اس لیے داعیان حق کو چاہیے کہ کتاب و سنت سے، اور اپنی صحیح فکر و نظر اور پختہ بصیرت اور فطرت سلیمہ سے جو کچھ سیکھا ہے، اس کو استعمال کریں، اور کتاب و سنت کی تعلیمات اور کائنات میں اللہ کی قدرت و عظمت اور کبریائی اور الوہیت کے استحقاق، اور رسولوں کی رسالت، اور ان کی تعلیمات کی حقانیت پر جو محسوس کیا ہے، ان امور کی روشنی میں وہ ان مخرفین کا رد و ابطال کریں۔

کتاب و سنت میں حلال و حرام، ہدایت و گمراہی، اوامر و نواہی، اور جنت جہنم کے اوصاف وغیرہ امور کو بیان کریں۔

ان کمیونسٹوں اور دوسرے ملحدوں سے حشر و نشر، جنت و جہنم وغیرہ، جن اخروی مسائل کا انکار کیا ہے وہ سب باطل اور قطعی دلائل کے خلاف ہیں۔ (جاری ہے)

تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔“ ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّغْنَا مِنْهُمْ أَصْلَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

”اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے، اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ یہ لوگ زیادہ تر گمراہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔“

یہ لوگ اپنی گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں جس طرح فرعون کے ساتھی اور نمرود کے ساتھ آگے نکل گئے تھے۔ پیشاب و پاخانہ کرنے اور بات بات پر غمزہ ہونے والا حقیر و ناتواں آدمی لوگوں کا رب اور ان کا معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ چیز اس کے اور اس کے اتباع کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ لیکن بات وہی سچ ہے جو اللہ رب العزت نے فرمائی:

﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝﴾ (الحج: ۴۶)

”بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں، بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔“

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلَّغْنَا مِنْهُمْ أَصْلَ سَبِيلٍ ۝﴾ (الفرقان: ۴۴)

”کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں، یہ تو محض چوپایوں کی مانند ہیں (کہ وہ بات کو نہ سنتے اور نہ سمجھتے ہیں) بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔“

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيِرَ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۝﴾
”اور ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی

روزے کے تربیتی پہلو

میمونہ ثمرین، لاہور

کس طرح ثابت ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اس کے چند تربیتی پہلوؤں پر غور کرتے ہیں۔

۱۔ حصول تقویٰ:

روزہ کا مقصد و مراد اللہ تعالیٰ نے تقویٰ بیان فرمایا ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہے ”گناہوں سے بچنا اور نیکیوں کی طرف رغبت کرنا۔“ گویا تقویٰ پوری زندگی کا لائحہ عمل ہے۔

اللہ عزوجل نے روزے کا مقصد (تقویٰ) بتا دیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرة: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“

روزہ، روزہ دار کو متقی بنا دیتا ہے۔ اس بابرکت مہینے میں متقی بننے کی تربیت کا اثر انسان پر سارا سال رہتا ہے۔

۲۔ اخلاص نیت:

روزہ دار فقط اللہ کے لیے بھوک پیاس برداشت کرنے کی نیت کرتا ہے۔ اس کا مقصد اگر ریا کاری اور دکھلاوا ہو تو عبادت کے مقاصد غارت ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں ”الصيام لی وانا اجزی بہ“ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بے شک روزے میں ریا کاری واقع نہیں ہو سکتی جس طرح دوسری عبادات میں ہو سکتی ہے۔ اسے مازری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور عیاض نے اس کو ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ کے

بعض تعلیمی ادارے و محکمے یک روزہ، دو روزہ، سہ روزہ، پندرہ روزہ یا ماہانہ ٹریننگ کورس کا آغاز کرتے ہیں۔ ان ٹریننگ کورسوں میں یہ محکمے اپنے سٹاف کو نظم و ضبط، کام کرنے کے طریق کار اور نمایاں کارکردگی کے اظہار اور متعلقہ امور کی تربیت دیتے ہیں۔

یہ تربیتی دورانیہ محکمے کی سالانہ کارکردگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسلام جو نظام حیات ہے۔ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ اسلام اکملیت کا عظیم الشان شاہکار ہے۔ اس کے اصول و قواعد انسانی نفسیات کے عین مطابق ہیں۔ اس کے دامن میں پناہ لینے والے افراد تشنگی کا شکار نہیں ہوتے۔ اسلام نے فرد مسلم کی دنیوی اور اخروی نجات کا بیڑہ اٹھایا ہے تو اس کی فکری و جسمانی تربیت، روحانی ارتقاء، معاشرتی و معاشی ضابطوں کو بحال رکھنے کے لیے اس کو سنہری مواقع بھی فراہم کیے ہیں۔

مرجان حیات کو عبادت الہی کی لڑی میں پرونے کے لیے انسان کو ایک ماہ تربیت عطا کیا۔ بخششوں کے دروازے کھول کر ”عُتْقَاءُ مِنَ النَّارِ“ میں شمولیت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کا موقع دیا۔ یہ بساط انسانی پر منحصر ہے کہ وہ جنت کا پروانہ لیتا ہے یا اس سے محروم رہتا ہے۔

رمضان المبارک وہ ماہ مکرم ہے جس میں روزہ دار رضائے الہی کے حصول کے لیے خور و نوش و دیگر حلال امور سے اجتناب کرتا ہے۔ خوف الہی کے پیش نظر فاستباقوا الخیرات کا پیکر نظر آتا ہے۔ غرض یہ مہینہ مسلمانوں کی حیات کی تنظیم اور خشیت الہی کا عکاس ہوتا ہے۔

آئیے جائزہ لیتے ہیں کہ ماہ رمضان مسلمانوں کے لیے ماہ تربیت

الفاظ ہیں: ”ہم نے جان لیا بے شک تمام نیک اعمال اللہ کے لیے ہیں وہی اس کی جزا دے گا اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس نے روزوں کے اجر کو اپنے لیے خاص کیا۔ کیوں کہ ابن آدم کے کسی فعل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا یہ چیز تو صرف دل میں موجود ہوتی ہے۔“

ایک مرسل حدیث نقل کی گئی ہے:

لیس فی الصیام ریاء . (فتح الباری)

”روزے میں ریاء ممکن نہیں۔“ گویا

انما الاعمال بالنیات . (بخاری، کتاب کیف بدء

الوحي، باب بدء الوحي، حدیث نمبر: ۱)

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“

کے پیش نظر روزہ دار خالصتاً اللہ کے لیے روزہ رکھتا ہے۔ گویا روزہ انسانی نیت و ارادے میں اخلاص کی شرینی پیدا کر دیتا ہے۔ ان ایام معدودہ میں اخلاص نیت کی تربیت دیگر امور میں نیت کو خالص کرنے کا مؤثر درس دیتی ہے۔

خلوص نیت، خلوص عمل پر دلالت کرتی ہے۔ گویا بندہ مومن کی زندگی ایک ایسی نہج پر گامزن ہو جاتی ہے جہاں نیت کا اخلاص جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔

۳۔ عقیدہ توحید میں پختگی:

روزے دار طلوع فجر سے غروب آفتاب تک خور و نوش اور دیگر حلال امور سے پرہیز کرتا ہے تو کس کے لیے؟ کافروں کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ صرف یہ یقین انسان کے نفس کو باز رکھتا ہے کہ اللہ واحد بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ کے وصف سے متصف اُسے دیکھ رہا ہے۔ اس کا نگہبان ہے۔

انسان کا یقین اللہ تعالیٰ پر پختہ ہو جاتا ہے۔ تیس یا اسی دن کی یہ تربیت انسان کے سالانہ اعمال پر اثر انداز ہوتی ہے۔

۴۔ صبر اور قوت برداشت کا ارتقاء:

یہ ماہ صبر انسان میں صبر اور قوت برداشت جیسے اعلیٰ اوصاف پیدا

کرتا ہے۔

﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ

الْأُمُورِ﴾ (لقمان: ۱۷)

”صبر کرو اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔“

صبر اور قوت برداشت کے ارتقاء کے لیے اُسے کئی قسم کی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

۱: حلال اشیاء کی طلب کے باوجود ممنوعہ اوقات میں ان سے پورے طور پر بچنا۔

۲: عبادات میں دن بھر کی کمزوری کے باوجود پہلے سے زیادہ محنت کرنا۔

۳: گالی گلوچ اور دیگر ممنوعہ باتوں سے مکمل طور پر پرہیز کرنا۔ روزہ دار اپنے نفس کو، اپنی خواہشات کو، اپنی زبان کو، اپنے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے فرامین کے مطابق روکے رکھتا ہے۔ کوئی برا بھلا کہے تو ”انصائم“ کہہ کر صبر کا اظہار کرتا ہے۔ سردی ہو یا گرمی بھوک اور پیاس کو صبر سے اللہ کے لیے برداشت کرتا ہے۔

اگر نسیان کے خمیر سے بنا یہ انسان صبر کا دامن تھام لے۔ روزہ سے صبر کا سبق پڑھ لے اس پر عمل کر لے تو واللہ اس کے لیے جنت کی بشارت ہوگی۔ ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾

”صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجیے۔“

۵۔ پابندی وقت:

روزہ دار جہاں روزہ کے کئی اسباق سے فیض یاب ہوتا ہے وہاں پابندی وقت ایک اہم سبق ہے۔ جس کی تربیت مہینہ بھر کرنے سے انسان اپنی زندگی کے امور کو وقت پر سرانجام دینا سیکھ لیتا ہے۔

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ

الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى الْيَلِ﴾

”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا

یصخب فان سابه أحد أو قاتله فليقل انی امرؤ

صائم . (بخاری، کتاب الصیام، باب هل یقول انی

صائم اذا شئتم، حدیث نمبر ۱۹۰۴)

”جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش باتیں نہ کرے نہ

غل چائے اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ

دے میں روزہ دار ہوں۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ روزہ دار روزہ رکھ کر لڑائی جھگڑے، فحش

کلامی، جھوٹ، غل چانے اور گالی گلوچ سے رکا رہتا ہے۔ انتیس یا

تیس دن کی تربیت سے ذات باری تعالیٰ ان اخلاق مذمومہ سے نفس

انسانی کو پاک رکھنا چاہتی ہے۔

روزہ اخلاقی تربیت کا فرض کا حقہ پورا کرتا ہے:

اگر اس تربیت کا رنگ انسان پر چڑھ جائے تو انسان لا ضرر

ولا ضرر (نہ تکلیف دو نہ تکلیف اٹھاؤ) کا مثالی نمونہ نظر آئے جو

شریعت کا مطلق نظر ہے۔

۷۔ مسابقت خیر:

یا باغی الخیر اقبل کی صدا پر روزہ دار لپک کہتا ہوا اپنے

لیل ونہار کو عبادت الہی میں بسر کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہے۔

ہر شخص پورا ماہ جہد مسلسل کرتا ہے کہ میری بھلائیاں اور نیکیاں دوسروں

سے زیادہ ہوں تاکہ اخروی زندگی میں کامیابی کی سند حاصل کر سکوں۔

بھائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تربیت انسان روزہ رکھ کر

رمضان المبارک کے مہینے میں ہی لے سکتا ہے۔

۸۔ ہمدردی:

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان بھوک اور پیاس

برداشت کرتا ہے تو اس کے دل میں فاقہ کشوں، غریبوں اور مسکینوں

کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ فاقوں کی لذت

سے آشنا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر کوئی فاقہ کش اس کی نظروں کے سامنے

آئے تو وہ اُسے اس کی حالت پر نہیں چھوڑتا بلکہ اس کا جذبہ ہمدردی

اُسے بھوکے شخص کی مدد کرنے پر ابھارتا ہے۔

کرو۔“ (البقرہ: ۱۸۷)

ثابت ہوتا ہے کہ روزہ انسان میں وقت کی پابندی کا وصف پیدا

کرنے کی بہترین مشق ہے۔

۶۔ رذائل سے پرہیز:

روزہ انسان کی اخلاقی تربیت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ مسابقت

خیر اور رذائل سے کنارہ کشی کرنے کی تربیت روزہ ہی کرتا ہے۔ یہاں

چند اخلاق رذیلہ کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ جن کو ترک کرنے کی

ٹریننگ رمضان المبارک میں کرنا ضروری ہے۔ ورنہ روزہ دار روزہ

کے معنوی فوائد سے محروم رہ جاتا ہے۔ جس سے اس کی بھوک اور

پیاس فاقہ کشی بن کر رہ جاتی ہے۔

(۱) جھوٹ: اسلام اپنے پیروکاروں کو کذب و افترا اور ”زور“ محفوظ

و مامون رکھنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ

حاجة فی ان یدع طعامہ وشرابہ . (بخاری،

کتاب الصیام، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ

فی الصوم، حدیث: نمبر ۱۹۰۳)

”جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ

کو یہ ضرورت نہیں کہ کوئی اپنا کھانا پینا ترک کر دے۔“

حدیث مبارک اس حقیقت واضح پر دلالت کرتی ہے کہ جھوٹ

بولنے والے شخص کا روزہ قبولیت کا درجہ حاصل کرنے سے قاصر رہتا

ہے۔ بھوک اور پیاس کی مشقت کو روزہ کا درجہ دینے کے لیے ترک

”زور“ کی مشق کی جاتی ہے۔

(۲) مقصد واضح ہے کہ سال کے گیارہ مہینوں میں بھی جھوٹ کو

ترک کرنا ہوگا۔ (ب) فحش کلامی (ج) غل چانا (د) گالی گلوچ کرنا

(ه) لڑنا جھگڑنا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا کان یوم صوم أحدکم فلا یرفث ولا

﴿وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْثُ مَسْكِنًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

”وہ اس (اللہ) کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا

کھلاتے ہیں۔“ (الدھر: ۸)

روزہ انسان کے عمل کو اس آیت کے تابع کر دیتا ہے۔

۹۔ اطاعت کا شعور:

روزہ، روزہ دار میں اطاعت کا شعور پیدا کرتا ہے۔ روزہ دار کے سامنے کھانے پینے کا سامان پیش کر دیا جائے وہ غروبِ آفتاب سے قبل کھانا گناہ سمجھے گا۔ آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق روزہ رکھے ہوئے ہے۔

﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (المائدة: ۹۲)

”اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔“

کا شعور روزہ ہی انسان کے اندر پیدا کرتا ہے۔ صرف پیدا ہی نہیں کرتا بلکہ اس شعور کو قائم رکھنے کی مشق بھی کرواتا ہے۔ اُسے احساس ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کی لگام اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہی اُسے زندگی بسر کرنا ہوگی۔

۱۰۔ تلاوتِ کلامِ پاک:

رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں مسلمانوں کا قرآن مجید سے لگاؤ بڑھ جاتا ہے۔ اور کیوں نہ بڑھے رمضان المبارک ہی تو وہ مہینہ ہے جس میں یہ کتابِ ہدایت نازل ہوئی۔

ارشادِ الہی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَ

بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ (البقرة: ۱۸۵)

”ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت دینے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ بھی رمضان المبارک میں حصرتِ جبرائیل سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔

يعرض عليه النبي ﷺ القرآن .

”وہ آپ ﷺ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔“

روزہ مسلمانوں کو کتاب اللہ سے تعلق جوڑنے کی تربیت دیتا ہے اس کی تلاوت کرنے اس کا فہم حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ تاکہ انسان کے عمل پر قرآن مجید کی مہر ثبت ہو۔

۱۱۔ جہنم سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرنا:

ہر مسلمان کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی جہنم سے نجات حاصل کرنے میں بسر کر دے۔ ایسے اعمال سے اجتناب کرے جو دخولِ جہنم کا سبب بنتے ہیں۔ ایمان والوں کی صفت ہے کہ وہ جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ ان کی پرسوز مناجات عرشِ الہی تک پہنچتی ہیں:

﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ

عَرَامًا﴾ (الفرقان: ۶۵)

”اے پروردگار! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ بے شک

اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔“

رمضان المبارک کی ہر رات اللہ تعالیٰ جہنم سے لوگوں کو آزادی کے پروانے عطا کرتا ہے۔

حدیث رسول ﷺ ہے:

عن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذا كان اوّل ليلة من شهر رمضان صفدت الشياطين ومردت الجن وغلقت ابواب النار فلم يفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم يغلق منها باب وينادي مناد يا باغي الخير اقبل ، ويا باغي الشر اقصر ، ولله عنقاء من النار وذلك كل ليلة . (ترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء في فضل شهر رمضان، حدیث نمبر: ۶۸۲)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے

جس نے رمضان المبارک میں بحالت ایمان ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“

۱۴۔ مقصد حیات کا تعین:

روزہ انسان کی زندگی کے مقاصد کا تعین کرتا ہے۔ زندگی کا مقصد کھانا پینا اور عیش کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اصل اور حقیقی مقصد تو خود خالق کل نے بیان فرمادیا ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾

”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔“ (الذاریات: ۵۶)

روزہ دار بھوکا پیاسا رہ کر یہ جان لیتا ہے کہ حیاتِ انسانی کے قیام کے لیے خور و نوش سے زیادہ اہم چیز عبادتِ الہی ہے۔ روزہ دار ”جینے کے لیے کھاؤ، کھانے کے لیے نہ جیو“ کے اصول کی مشق کرتا ہے۔

۱۵۔ روحانی ارتقاء:

روزہ معاشرتی، معاشی اور فکری تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت بھی کرتا ہے۔ روزہ دار اپنے لیل و نہار کو عبادتِ الہی میں بسر کرنے کی تگ و دو میں روحانی ارتقاء حاصل کرتا ہے۔ اس کا دل مطمئن و مسرور ہو جاتا ہے اور کیوں نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۙ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝﴾ (الرعد: ۲۸)

”وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سنو! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔“

۱۶۔ تصور جزا و سزا میں پختگی:

عمل صالح پر جزا اور عملِ فحیح پر سزا کا تصور ہر عمل میں پیش نظر ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص تصورِ جزا و سزا کے بغیر کوئی عمل کرتا ہے تو وہ نیکی نہیں وہ عمل عادتاً سرزد ہونے والا فعل ہوگا۔

روزہ ایسی عبادت ہے جو انسان میں جزا و سزا کا تصور پختہ کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جاتے ہیں۔ اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں ہوتا اور جب کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، اُس کا کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا اور آواز دینے والا آواز لگاتا ہے، خیر طلب کرنے والو! نیک کام کے لیے آگے بڑھو اور برے کام کی طلب کرنے والو! برے کاموں سے رک جاؤ اور ہر رات اللہ دوزخ سے (کثرت کے ساتھ لوگوں کو) آزاد کرتا ہے۔“

روزہ دار ہر روز جہنم سے پناہ حاصل کرنے کی مشق کرتا ہے کہ کاتبِ تقدیر اس کا نام بھی ”عَنْقَاءُ مِنَ النَّارِ“ میں لکھ دے۔

۱۲۔ ذوقِ عبادت کا فروغ:

روزہ کے بے شمار تربیتی پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ روزہ دار میں عبادت کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ روزہ دار باقی گیارہ مہینوں سے بڑھ کر نوافل کا اہتمام کرتا ہے۔ تلاوتِ قرآن میں روزہ و شب بسر کرتا ہے۔ لغویات سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ مساجد جو سال بھر نمازیوں کا انتظار کرتی رہتی ہیں۔ وہاں تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی اور مساجد سامعین و ساجدین سے بھر جاتی ہیں۔

کاش! انسان روزہ کی اس عظیم تربیت کو سارا سال اپنائے رکھے۔

۱۳۔ شبِ بیداری:

شبِ بیداری، قیامِ اللیل روزہ کا خاصہ ہے۔ مسلمان اس ماہِ مکرم میں قیامِ اللیل کی تربیت پاتے ہیں۔ دن حالتِ صوم میں اور رات حالتِ قیام میں بسر ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامِ اللیل کو مغفرت کا سبب قرار دیا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ . (مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الترغیب فی قیام رمضان، حدیث نمبر: ۱۷۷۹)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

روزہ دار سے پاک صاف رہنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ طہارت و پاکیزگی باطنی طہارت سے لے کر ظاہری طہارت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا ہے:

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝﴾ (المدثر: ۳-۵)

”اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھو اور ناپاکی کو چھوڑ دو۔“

ادائیگی عبادت کے لیے پاک صاف ہونا ضروری ہے۔ روزہ، روزہ دار کو پاک صاف رہنے کی تربیت دیتا ہے۔

۱۹۔ اتفاق فی سبیل اللہ:

روزہ جہاں دیگر عبادات کی ترغیب کا سبب بنتا ہے وہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔ اتفاق فی سبیل اللہ کا مظاہرہ جو رمضان المبارک میں نظر آتا ہے وہ باقی گیارہ مہینوں میں کہاں دکھائی دیتا ہے۔ اس میں ماہ مبارک میں ہر مسلمان اپنی وسعت کے مطابق صدقہ و خیرات کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رمضان المبارک میں جس قدر ہو سکے سخاوت کی جائے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم أجود الناس بالخير وكان أجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبريل عليه الصلوة والسلام وكان جبريل عليه الصلوة والسلام يلقاه كل ليلة في رمضان حتى ينسلخ يعرض عليه النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن فاذا لقیه جبرئیل علیہ الصلوة والسلام كان أجود بالخير من الريح المرسلة.

(البخاری، کتاب الصیام، باب أجود ما كان النبی

ﷺ یكون فی رمضان، حدیث نمبر: ۱۹۰۲)

”ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سب لوگوں

من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه . (بخاری، کتاب الصیام، باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا، حدیث: ۱۹۰۱)

”جس نے رمضان المبارک کے روزے بحالت ایمان اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

گویا ثواب کی نیت سے رکھا ہوا روزہ ہی مغفرت کا سبب بن سکے گا۔ ہر روز ثواب کی نیت سے سحر و افطار کرنا انسان کی فکری تربیت کرتا ہے۔

۱۷۔ اللہ کے ساتھ تعلق میں مضبوطی:

روزہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اسے پختہ کرنے کی تربیت کرتا ہے۔ جب اللہ سے تعلق مضبوط ہو جائے تو بندہ مومن کی دعا میں سوز پیدا ہو جاتا ہے، عبادت میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ دل ذکر الہی میں مشغول رہنے سے راحت و سکون حاصل کرتا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی واضح ہو جاتی ہے۔ روزہ دار اللہ سے لو لگا لیتا ہے حتیٰ کہ آخری عشرے میں اپنا گھر چھوڑ کر اللہ کے گھر (مسجد) میں بسیرا کر لیتا ہے۔ اگر روزے کی یہ تربیت کارگر ثابت ہو تو پھر ایسے روزے کے لیے رب رحیم اعلان فرماتا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ: قال اللہ: کل عمل ابن آدم له الا الصیام فانه لی وانا اجزی به . (بخاری، کتاب الصیام، باب هل یقول انی صائم اذا شتم، حدیث نمبر: ۱۹۰۴)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آدم کے بیٹے کا ہر عمل اس کے لیے سوائے روزوں کے بے شک وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔“

۱۸۔ طہارت و پاکیزگی کا اعلان:

روزہ ایسی عبادت ہے جو طلوع فجر سے غروب آفتاب تک مکمل ہوتی ہے۔ پورا دن اسی عبادت کی حالت میں بسر ہوتا ہے۔ روزہ،

۲۰۔ اللہ سے محبت اور شیطان سے نفرت:

روزے کا عظیم مقصد تقویٰ کی نشاۃ وارتقاء ہے۔ تقویٰ کی بدولت فرد مسلم کا قلب محبت الہی سے بھر جاتا ہے۔ اور محبت الہی کا تقاضا ہے کہ شیطان سے نفرت کی جائے۔

اگر صرف اللہ سے محبت کی جائے۔ شیطان سے نفرت نہ کی جائے تو تقویٰ کا معنی و مفہوم پورا ہو جاتا ہے۔

روزہ، روزہ دار کے دل میں حب الہی کا پودا لگا کر اس کی آبیاری کرتا ہے تو شیطان سے بغض و نفرت کا بیج بھی بودیتا ہے۔

روزہ دار گناہوں کو ترک ہی اس لیے کرتا ہے کہ وہ شیطان سے نفرت کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔

روزہ دار شیطان کو اپنا ازلی وابدی دشمن سمجھتا ہے اس کی باقاعدہ مشق کرتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝﴾ (یوسف: ۵)
”بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

سے زیادہ سختی تھے۔ بھلائی پہنچانے میں اور رمضان میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے رہتے تو آپ اور دنوں سے زیادہ سخاوت کرتے۔ جبرائیل رمضان میں ہر رات آپ سے ملا کرتے۔ رمضان گزرنے تک وہ آپ سے قرآن کا دور کیا کرتے تو جن دنوں میں جبرائیل آپ سے ملتے رہتے آپ ﷺ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سختی ہوتے۔“

گویا رمضان المبارک مساکین کو معاشی تربیت بھی دیتا ہے۔ اتفاق فی سبیل اللہ بہت سے معاشی مسائل کا حل ہے۔ معاشرے میں موجود غریب، مسکین، فقیر افراد اپنی بنیادی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ اگر اس عظیم تربیت کی اثر آفرینی مسلمان کی ساری زندگی پر نظر آئے تو معاشرہ معاشی لحاظ سے مستحکم اور امن و امان کا گہوارہ بن جائے گا۔

22 جولائی 2011ء کا

خطبہ جمعۃ المبارک

مقرر
میاں محمد جمیل
امیر تحریک دعوت التوحید، پاکستان

بمقام: مرکز نداء الاسلام ریٹالہ خورد اوکاڑا

(مولانا) جابر حسین مدنی، فاضل مدینہ یونیورسٹی مدیر مرکز ہذا

”الاعتصام“ کے اجراء کا طریقہ

ہمارے بعض نئے قارئین واحباب اور علم دوست حضرات و خواتین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ”الاعتصام“ باقاعدہ اپنے نام جاری کرانے کے لیے مبلغ پانچ سو روپے کا منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

منی آرڈر کے آخر پر کوپن میں اپنا ایڈریس و ڈاک کا پتہ مکمل درج فرمائیں۔ رقم ملتے ہی مفت روزہ الاعتصام بذریعہ ڈاک ہر ہفتے آپ کی خدمت میں پہنچ جایا کرے گا۔ ان شاء اللہ

محمد سلیم چنیوٹی، منیجر ہفت روزہ الاعتصام

31۔ شیش محل روڈ، لاہور 54000

فون نمبر: 0333-4611619

آزمائش.....!

طیبہ ضیاء چیمہ (نیویارک)

منہی مومنہ حیرانی سے بولی ”گاڈ تھا تو پھر نائی نائی کیوں کر رہا تھا؟ کم سن بچی کے سوال کا جواب میرے پاس نہیں تھا کہ اس نے دوسرا سوال کر ڈالا ”میرا گاڈ کہاں ہے؟..... یہ تھا وہ سوال جس نے میری زندگی کا دھارا بدل کر رکھ دیا اور ایک لابی طیبہ مومنہ کے ”گاڈ“ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ مگر نگر گھوم ڈالا۔ ہماری تمام محنتوں اور جدوجہد کے پیچھے میری بیٹی کا وہ سوال پنہاں تھا۔ اس معصوم سوال کا جواب محض تقاریر و تحاریر سے نہیں بلکہ عمل اور تجربے سے دینا پڑا کہ مومنہ قول کے ساتھ عمل کی قائل تھیں۔ مومنہ کے معصوم سوال سے آج کے والدین کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ بچوں کو بچہ مت سمجھیں۔ بچوں کو لمبے لمبے لیکچر دینے کی بجائے عمل کر کے دکھائیں۔

بچے اپنے ماں باپ کو جو کرتا دیکھتے ہیں، بڑے ہو کر وہی کچھ کرنا چاہتے ہیں اور بچے جب والدین کی غلط باتوں اور حرکتوں کی نقل کرتے ہیں تو والدین اپ سیٹ ہو جاتے ہیں اور اپنی حرکات کو فراموش کرتے ہوئے بڑے اعتماد سے جھوٹ بولتے ہیں کہ ”جب ہم بچے تھے تو بڑے سعادت مند اور اچھے بچے تھے۔“ جبکہ اچھے بچے بڑے ہو کر بھی اچھے نکلتے ہیں۔ بچے والدین کا آئینہ ہوتے ہیں۔

دوسری طرف حضرت نوح علیہ السلام کی مثال بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے۔ مومنہ نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ ”جس روز میں نے اپنے والدین کے قول اور فعل میں تضاد دیکھا، میں ان سے سوال کروں گی۔“ کچھ بچے سوال کرتے ہیں اور کچھ والدین کے خوف اور دبدبے کی وجہ

بچہ پیدا ہوتے ہی بڑا ہوتا ہے۔ اس کا ذہن اور شعور اس کے جسم سے زیادہ تنومند اور جوان ہوتا ہے۔ اپنے اطراف کے ماحول کو اپنے دماغ اور شعور کے کمپیوٹر میں محفوظ کرتا رہتا ہے جس کے نتائج اس کی جسمانی عمر کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں مگر والدین بچے کو بچہ سمجھتے ہیں اور اس کی موجودگی میں نازیبا حرکات سے بھی احتیاط نہیں برتتے جو بچے پر منفی اثرات کا باعث بنتا ہے۔ مومنہ پیدائش سے ہی دوسرے بچوں سے مختلف تھیں، جس کی وجہ سے مجھے ان کی اچھی تعلیم و تربیت کے خاطر اپنی ذات میں تبدیلی پیدا کرنا پڑی۔

والدین کے قول و فعل میں تضاد بچے کی شخصیت کو منتشر کر دیتا ہے۔ مومنہ نے آٹھ ماہ کی عمر میں چلنا شروع کیا اور دس ماہ کی عمر میں بولنا شروع کر دیا۔ غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ انہوں نے اپنی دوسری سالگرہ کے موقع پر مہمانوں کے سامنے سورۃ کوثر سنائی۔ ان دنوں ہم لوگ فلاڈیلفیا میں مقیم تھے۔ میرے پڑوس میں ایک ہندو فیملی رہتی تھی۔ ایک روز میں اپنی پڑوسن گیتا کی عیادت کے لیے گئی تو دو سالہ مومنہ نے ماں کو مصروف پا کر ان کی چیزوں سے کھیلنا شروع کر دیا، دیکھا تو اس کے ہاتھ میں ننھے سائز کا بھگوان تھا۔ منہی مومنہ اسے کھلونا سمجھ کر کھیل رہی تھی۔ گیتا کی ماں نے برہمی سے کہا کہ اس کا بھگوان ناپاک ہو گیا ہے۔ اس نے بھگوان کو پاک کرنے کے لیے ہلدی مل کر دھویا۔

مومنہ اس بڑھیا کی برہمی کی وجہ سے سہم کر ایک طرف جا کھڑی ہوئی۔ میں نے بڑھیا سے معذرت چاہی اور مومنہ کو لے کر گھر آ گئی اور اس معصوم بچی کو سمجھایا کہ وہ گرہا نہیں بلکہ اس آئی کا ”گاڈ“ تھا۔

ہر ای ہر نظر آ رہا ہے اور خیال تک نہیں آتا کہ کبھی اس بہار پر خزاں بھی آ سکتی ہے اور جب کوئی مصیبت آ جاتی ہے تو خدا کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ اس سے گلہ شکوہ کرنے لگتے ہیں اور پھر جب برا وقت گزر گیا اور بھلے دن آئے تو پھر اکڑ اور نعمت کے نشے میں سرمستیاں شروع کر دیتے ہیں۔ صبر کی صفت اس چھپھورے پن کی ضد ہے۔ صابر وہ شخص ہے جو زمانے کے بدلتے ہوئے حالات میں اپنے ذہن کے توازن کو برقرار رکھے۔ اگر کبھی بندے کے حالات اچھے اور کامیاب ہوں اور وہ دولت مندی، شہرت اور اقتدار کے آسمانوں پر چلا جا رہا ہو تو بڑائی کے نشے میں مست ہو کر بھکنے نہ لگے اور اگر کسی مصائب و مشکلات کا شکار ہو جائے تو ناشکری اور نافرمانی کا مرتکب نہ ہو۔ خدا کی طرف سے آزمائش خواہ نعمت کی صورت میں آئے یا مصیبت کی صورت میں، دونوں صورتوں میں توازن قائم رکھ سکے۔ ظرف میں اعتدال برتے اور اعتدال اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک اللہ کے ساتھ تعلق قائم نہ کیا جائے۔

مومنہ نے تعلق باللہ کو سمجھنے اور اپنانے کے لیے بڑی نامور ہستیوں اور شخصیات کی فلاسفی کو سمجھنے کے لیے ہارورڈ یونیورسٹی اور دیگر بڑی لائبریریوں میں محفوظ اصل کتب کا بڑی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا۔ کم از کم چار تفاسیر کا مطالعہ کر چکی تھیں جن میں ابن کثیر کی اصل کاپی بھی شامل ہے۔ وحدانیت اور تعلق باللہ پر لکھے گئے چند مضامین مومنہ کی ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ کاش! اقبال اکیڈمی جیسے ادارے بھی مومنہ کے اقبال کے ”فلسفہ اسلام“ پر لکھے گئے پیپرز سے استفادہ کر سکیں اور ان کا اردو ترجمہ کر کے عوام الناس تک پہنچانے کا تردد کریں۔ امریکہ میں پاکستان اور اسلام کی نمائندگی کرنے والی یہ بیٹی سب کی بیٹی ہے۔ مومنہ کو کسی نہ کسی کے گھر میں پیدا ہونا تھا، یہ اللہ پاک کا احسان ہے کہ اس نے اس کے لیے مجھ ناچیز کی کوکھ کو منتخب فرما لیا۔ مومنہ جیسی نعمت کے فراق کی آزمائش ناقابل بیان ہے۔

(بہ شکر یہ ”نوائے وقت“ لاہور)

سے سوال کی جرأت نہیں کرتے مگر مت بھولیں کہ ہر بچے کے ذہن میں کچھ سوال ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مال اور اولاد کی آزمائش میں ڈالے، بندے کو اس آزمائش میں پورا اترنے کے لیے اپنی شخصیت میں توازن پیدا کرنے کی مشق کر لینی چاہیے ورنہ آزمائش کی برداشت پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مال اور اولاد سے آزماتے ہیں جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اولاد کی آزمائش مال کی آزمائش سے بڑی ہوتی ہے۔ مال واپس آ سکتا ہے مگر اولاد اللہ کو پیاری ہو جائے تو واپسی ناممکن ہے۔ تمام عمر انتظار میں آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور دل پٹ جاتا ہے۔ بندے مال بنانے میں اپنی اولاد کو دنیا کے اندھیروں میں چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک آزمائش اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور ایک آزمائش خود بندوں کی حماقت سے ہوتی ہے۔ اولاد کی تعلیم و تربیت اور اقدار کی طرف بھرپور توجہ دینے میں کوتاہی برتتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ میرے تو سارے دل درود ہو گئے، پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔ اس عیب سے پاک اگر کوئی ہیں تو بس وہ لوگ جو صبر کرنے والے اور نیکوکار ہیں اور وہی ہیں جن کے لیے درگزر بھی ہے اور بڑا اجر بھی۔“ (ہود: ۱۱)

اس آیت مبارکہ میں انسان کے چھپھورے پن کا بہترین نقشہ کھینچا گیا ہے جس کا مشاہدہ ہر وقت زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔ خوشحال اور زور آور ہیں تو اکڑ رہے ہیں۔ سادوں کے اندھے کی طرح ہر وقت

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ..... ایک جید مفکر

(اپنی تحریروں کی روشنی میں)

ڈاکٹر لیتق باری

کے ساتھ ایک کوئے کا پردرد شور جاری رہا، یہ کوا کہیں اڑتا ہوا، سفیدے کے اونچے درخت کی ٹہنی کے ساتھ لگی ہوئی پتنگ کی ڈور کے ساتھ الجھ کر پھنس گیا، درس قرآن ختم ہوا تو ایک شخص اٹھا، بانس لے کر سفیدے کے درخت پر چڑھ گیا، کوئے کو ایذا سے رہائی دلا دی، لیکن خود نیچے آ کر، اور موت کی راہ لی۔

میں نے سوچا آج سے برسوں پہلے مولانا محمد حنیف ندوی کی درس گاہ سے نکلا ہوا ایک انجان شخص پرندے کو تکلیف میں دیکھ نہ سکا، اور اُس کی جان بچاتا ہوا، زندگی سے رہائی پا کر موت کی پر اسرار راہوں کی طرف نکل گیا، اور آج علم و فضل کا پیکر، اخلاقی تربیت کرنے والا، مرد درویش نوجوان نسل کو گمراہی کے جال سے بچاتا ہوا، خود اُس منزل کی طرف روانہ ہو گیا جو ہر انسان کی منزل ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.....

افسوس کہ آج کے مادیت پرست، بے حس دور میں علم و فضل کے بجھے ہوئے چراغوں پر کم ہی آنکھیں پر ہم ہوتی ہیں، حالاں کہ عالم کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے! عالم کا اٹھ جانا اندھیروں کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ جن بستیوں میں اہل علم اور اہل نظر نہ رہیں، وہ بستیاں بصیرت سے محروم ہو جاتی ہیں۔ میرے لیے تو غم کا ایک ذاتی پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ کہیں سکول کے زمانہ طالب علمی میں تقریباً آٹھ سال مسجد مبارک لاہور میں مولانا محمد حنیف ندوی کے حلقہ درس قرآن میں شامل رہا، اور اُن کے علمی خزانوں سے براہ راست مستفید ہونے کا موقع ملا، اس روحانی فیض کی بنا پر اُن سے ایک ذہنی و قلبی تعلق پیدا ہو گیا۔ ۱۹۵۷ء میں فرانسیسی زبان و ادب کی تعلیم کے سلسلے میں لاہور

مولانا محمد حنیف ندوی کی وفات کے بعد ان کے متعدد عقیدت مندوں نے ان کے متعلق مضامین لکھے اور مجھے اشاعت کے لیے بھجوائے۔ وہ مضمون میں نے ایک فائل میں اشاعت کے لیے رکھے لیکن وہ فائل کاغذات میں ادھر ادھر ہو گئی، اسے تلاش کیا گیا لیکن نہ ملی مجھے اس کا شدید احساس تھا۔

چند روز پیشتر یہ فائل میرے برادر صغیر سعید احمد بھٹی نے محنت کر کے ڈھونڈ نکالی۔ مجھے اس پر بے حد مسرت ہوئی۔ اس میں ایک مضمون مولانا کے پرانے عقیدت مند ڈاکٹر لیتق باری صاحب کا تحریر کردہ ہے جو خواندگان محترم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

آئیے اس کی مدد سے مولانا کے علمی اور عملی پہلوؤں سے آگاہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ (محمد اسحاق بھٹی)

۱۳ جولائی ۱۹۸۷ء کو مولانا محمد حنیف ندوی کے انتقال کی خبر سنی تو ایک منظر میری پر ملال آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔

جون کی گرمیوں کے موسم میں دن ڈھلتے ہی شام کے سائے جب بڑھنے لگتے، تو کوؤں کے غول دن بھر کی مسافت کے بعد لاہور کی ایک مسجد کے کشادہ صحن کے اوپر سے گزرتے ہوئے اپنے گھونسلوں کی طرف روانہ ہوتے، فضا میں کوؤں کا یہ سفر دیر تک جاری رہتا، تا آنکہ مسجد سے مؤذن کی آواز اُٹھتی، نمازی مسجد کی طرف لپکتے آتے، نماز ادا ہوتی، کچھ لوگ چلے جاتے اور کچھ بورے پر ایک حلقہ بنا کر رُک جاتے۔ سفیدے کے بلند درخت کے نیچے ایک مرد درویش قرآن مجید کھولتا اور اسوۂ محمدی ﷺ کی روشنی میں زندگی اور موت کی گتھیوں کو سلجھاتا، وہ ہمیشہ دھیرے دھیرے بولتا، ایک شام اُس کی مدہم آواز

”بملاحظہ جناب ڈاکٹر لیتھ صاحب، جن کے مطالعہ السنہ، تحقیقی ذوق، اور قابلیت سے میں بدرجہ غایت متاثر ہوں اور مجھے فخر ہے کہ اُن کی فکری صلاحیتوں کی تعمیر میں کچھ حصہ میرا بھی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے ذوق علمی کو اور جلا دے۔“

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے بارے میری ذہنی تربیت میں مولانا محمد حنیف ندوی کے درس قرآن کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ حدیث کی روشنی میں مولانا کے درس قرآن نے میری زندگی کے ابتدائی مراحل میں ہی فکری ایسی بنیادیں مہیا کیں، کہ پیرس میں تقریباً دس سال قیام کے دوران ادبیات، مذاہب عالم، فلسفہ، فنون لطیفہ پر بے شمار کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے میرا ذہن لڑکھڑاہٹ سے محفوظ رہا، اور ذہنی گمراہیوں سے بچا رہا۔

ہمارا آبائی گھر لاہور میں برائڈر تھ روڈ (کیلپاں والی سڑک) عظیم سٹریٹ میں، انجمن اہل حدیث کی بنا کردہ مسجد مبارک ☆ کے ساتھ تھا، جہاں مولانا حنیف ندوی ۱۹۳۰ء کے زمانے سے مغرب کے بعد درس قرآن دیتے تھے۔ اور جمعہ کے دن خطبہ، درس قرآن میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے طلباء بھی کافی تعداد میں شامل ہوتے تھے۔ کیوں کہ کالج کا ریوایز ہوٹل مسجد کے ساتھ ہی تھا، جمعہ کے خطبہ کے بعد مولانا حنیف ندوی ہمارے گھر کی بیٹھک میں اکثر والد صاحب کے ہاں آتے، والد صاحب انجمن اہل حدیث کے اساسی اراکین میں سے تھے، اور اس دور میں ہمارے ہاں جہاں مسجد مبارک کے ناطے سے نماز جمعہ کے بعد مولانا حنیف ندوی کا گزر ہوتا، وہاں اور بھی بڑی ممتاز مذہبی اور علمی شخصیتوں کو دیکھنے کا موقع ملتا، جن میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجراں والا، مولانا غلام رسول مہر، ملک نصر اللہ خاں عزیز، علامہ حسین میر کاٹھیری، مولانا عبدالجید سوہدروی، مولانا محمد علی قصوری اور سب سے بڑھ کر کبھی حضرت مولانا

سے پیرس چلا گیا، اور مولانا سے براہ راست فیض کا سلسلہ گونقطع ہو گیا، لیکن مولانا کی عطا کردہ روشنی نے مجھے فرانسسی وجودی مفکروں کے گہرے مطالعے کے دوران اپنی تہذیبی اقدار کو دل میں سنبھالے رکھنے میں بڑی مدد دی، اور جب ان فلسفیوں کے افکار نے الحاد کے راستوں کی طرف پکارا، تو میرے دل کے دریچوں سے مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کی اسلام کے بارے شان دار تعبیروں نے ایمان کے مستحکم جوابات مہیا کیے، بقول علامہ اقبال ع

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ

دسمبر ۱۹۸۱ء میں مولانا حنیف ندوی سے لاہور میں اُن کے دفتر ادارہ ثقافت اسلامیہ میں اُن سے ملنے گیا، مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اٹھ کر بڑی شفقت سے ملے، اور دیر تک باتیں کرتے رہے، گو بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے، مگر عینک کے پیچھے آنکھوں میں وہی چمک تھی، اُسی طرح دبلا پتلا جسم، چہرے پر وہی ہلکی مسکراہٹ پائی، باتوں میں وہی سلجھاؤ اور مزاج میں وہی شکفتگی پائی، مولانا کی طبیعت میں بڑی نزاکت تھی۔ ہم نے اُن کو کبھی غصہ میں نہیں دیکھا، نہ کوئی دوستوں کا گلہ، نہ شکایت زمانہ، ہر حال میں طہانیت قلب، اور شکر کی وہی کیفیت جو مولانا کے اسلوب زندگی کا خاصہ تھی۔

مولانا کو اس زمانے میں علم کی بے قدری کا احساس ضرور تھا۔ کہا کرتے تھے، یہ اہل علم کا نہیں، اہل ہنر کا زمانہ ہے۔ انہوں نے علم ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، اسی کو اپنی دولت سمجھا اور اسی کے سہارے اپنی زندگی بسر کر دی۔

میں دو ماہ بعد ۱۹۸۲ء میں روزگار کے سلسلے میں مکہ مکرمہ چلا آیا، اور افسوس کہ مولانا حنیف ندوی سے میری یہ آخری ملاقات ثابت ہوئی، اس ملاقات کے موقع پر انہوں نے مجھے اپنی دو کتابیں عنایت کیں۔ ”مطالعہ قرآن“ اور ”مطالعہ حدیث“..... مطالعہ قرآن کی لوح پر اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر کیے:

☆ مولانا ندوی کی وفات کے بعد مسجد مبارک کے بارے میں جو شائع ہوا کہ یہ اسلامیہ کالج لاہور کی مسجد تھی، غلط ہے، یہ مسجد جماعت اہل حدیث کی بنا کردہ ہے اور اس کا نظم و نسق ایک کمیٹی کے سپرد تھا۔

احمد علی لاہوری کے دیدار کا موقع ملتا۔

مولانا حنیف ندوی بزرگ علماء سے عمر میں چھوٹے تھے اور ان کا انداز بیان سب علماء سے مختلف تھا، وہ جدید علوم سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور ایک ایسی سطح سے حاضرین کے ساتھ مخاطب ہوتے تھے، جو آج کے نئی روشنی کے زمانے کے تقاضوں سے میل کھاتی تھی، خاص طور پر نوجوانوں کا ایسا طبقہ جو مغربی علوم کی روشنی کے ذریعے الحاد کی طرف مائل ہو، اُن کے لیے مولانا کا طرزِ مخاطب بہت اپیل رکھتا تھا، وہ روایتی انداز سے ہٹ کر بات کرتے تھے، شاید اس لیے وہ قدامت پسند طبقے میں زیادہ مقبول نہ ہوئے، لیکن یہی بات کرنے کا ڈھنگ انہیں دوسروں سے ممتاز کرتا تھا، وہ حسنِ اسلوب کو بہت اہمیت دیتے تھے:

”لیکن صرف دلائل ہی سب کچھ نہیں ہوتے، بعض اوقات انہیں قرینے سے پیش کرنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے..... میرے نزدیک کہنے کا اسلوب زیادہ درخورِ اعتناء ہونا چاہیے، بارہا ایسا ہوا ہے کہ ذہن کی کجی اور غیر استواری کے باوجود جب کوئی بات ڈھب سے کی گئی تو اُس نے دل میں کہیں نہ کہیں جگہ پیدا کر ہی لی۔“

مولانا حنیف ندوی نے درس و تدریس کے علاوہ ایک بھرپور تصنیفی زندگی گزاری، جس کی شہادت اُن کی دو درجن کے نزدیک کتابیں، جن سے اُن کی بلند پایہ تحقیقی صلاحیتوں کا ثبوت ملتا ہے، اُن کی تصانیف میں خاص طور پر سرگزشتِ غزالی، تعلیماتِ غزالی، افکارِ غزالی، مسئلہ اجتہاد، افکارِ ابنِ خلدون، عقلیاتِ ابنِ تیمیہ، مطالعہ قرآن، مطالعہ حدیث، اساسیاتِ اسلام، تہافتِ الفلاسفہ، مکتوبِ مدنی ☆ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا حنیف ندوی کو چوں کہ اسلامی فلسفہ سے گہرا شغف رہا، اس لیے ان کی تصانیف میں فلسفیانہ

گہرائی ہے اور زبان میں ادبی چاشنی ہے۔ مولانا کی تحریروں میں جذب اور کشش کی یہی خوبیاں قاری کو مسحور کیے بغیر نہیں رہتیں۔

ہم مولانا حنیف ندوی کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو اسے تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں، پہلا دور تو وہ ہے جب وہ گوجراں والا میں، جہاں کہ وہ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے، دینی علمی استعداد بہم پہنچاتے نظر آتے ہیں۔ جب کہ اُن کے الفاظ میں ۱۹۲۱ء کے قریب گوجراں والا کا چھوٹا سا شہر، ”اپنے حجم کی کمی کے باوجود مذاہبِ عالم کی پوری بوقلمونی کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا کہیں آریہ سماج کی دھوم تھی، کہیں چینیوں کا چرچا تھا، کہیں عیسائی مشنریوں کا ایک لشکر تھا“ اس زمانے میں مولانا کو اکثر مناظروں میں شرکت کا موقع ملا جہاں اُنہوں نے ہر ایک کے خیالات کو سنا اور سمجھا، اسی دوران مولانا ندوۃ العلماء چلے گئے، اور اس عظیم دینی درسگاہ میں تعلیمی منزلیں طے کیں۔

مولانا حنیف ندوی کا زندگی کا دوسرا دور وہ ہے جب وہ ندوہ سے فارغ التحصیل ہو کر لاہور آئے اور ”مسجد مبارک“ سے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی دوران مولانا ایک ہفت روزہ ”الاعتصام“ اور ایک ماہنامہ ”اسلامی زندگی“ کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ مولانا بہت ہی وسیع القلب اور روشن دماغ عالم تھے۔ دوسرے قدامت پسند علماء کی طرح وہ اسلام کو چند فقہی مسائل کا مجموعہ نہیں سمجھتے تھے، اور نہ ہی ان مسائل سے الجھنا چاہتے تھے۔ اُن کے نزدیک اسلام زندگی کا ایک جامع نقشہ تھا، جو پوری زندگی پر محیط تھا، اور جس پر چل کر انسان زندگی کی الجھنوں سے نجات پاسکتا ہے۔

”الہی نوشتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام صرف مسائل کی تبلیغ و اشاعت کے لیے نہیں آتے، بلکہ زندگی کا جامع اور حکیمانہ نقشہ بنانے آتے ہیں، جس کی مدد سے انسان یہاں رہ کر یہاں کی مشکلات پر قابو پاسکتا ہے،

☆ آخر الذکر دو کتب مولانا مرحوم کی تصنیف نہیں، بلکہ ترجمہ ہیں۔ مکتوبِ مدنی شاہ ولی اللہ کی کتاب ہے جسے مولانا نے بڑی شگفتہ اور رواں زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جب کہ تہافتِ الفلاسفہ، امام غزالی کی معرکہ الآراء تصنیف ہے۔ جس کا ترجمہ مولانا نے ایک بھرپور اور انتہائی مفید مقدمے کے اضافے کے ساتھ کیا ہے۔ (ادارہ)

فضیلت کی دھوم ہے، وہاں جہنم کا کندہ بنے، اور یہاں کا دولت مند اور سربراہ اُس کے ہاں سخت ذلیل و رسوا شمار ہو۔“ اسلام کے بارے ایک تصور جو خاص طور پر مولانا محمد حنیف ندوی کے ہاں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں کسی خاص گروہ کی اجارہ داری نہیں، جس کی ایک کاروباری حیثیت ہو، اور جو خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک رابطے کا کام دے، اُن کے نزدیک ہر فرد اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کے لیے براہ راست جواب دہ ہے، ہر بشر کا نصب العین ایک متقی انسان بننا ہے، وہ متقین کے بارے یوں وضاحت کرتے ہیں:

”متقین کے بارے میں جاننے کی چیز یہ ہے کہ اس سے مراد کوئی پیشہ ور گروہ یا ٹولی نہیں، کوئی ایسی جماعت نہیں، جو اپنے لباس یا وضع قطع یا زندگی کے خاص طریق اور ثقافت کے اعتبار سے متقی کہلائے، بلکہ متقی ہر وہ شخص ہے جو اپنے اعمال اور زندگی کے تمام ظہورات میں دینی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور اعتدال و توازن کے ساتھ اسلام کے بتائے ہوئے راستوں پر گامزن ہے۔ آج کل جو ایک طرح کے تقشف و خشکی یا بدذوقی کو تقویٰ سمجھا جاتا ہے، تو اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں، اسلام سلجھاؤ کا نام ہے اور توازن سے تعبیر ہے۔ فکر و رائے میں بھی اور اعمال میں بھی، تقویٰ کے لفظی معنی ”اللہ سے ڈرنا“ کے ہیں اور متقی وہ ہے جو سمجھ سوچ کر، اپنی پوری دنیوی زندگی پر محاسبہ کو طاری کر لیتا ہے، جو سمجھتا ہے کہ صبح سے لے کر شام تک پوری زندگی میں احتساب کا عمل جاری ہے، ایک ایک حرکت اور قدم پر باز پرس ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دینا ہے۔ لیکن اس عمل محاسبہ کے لیے خود زندگی کے دواعی کا ہونا شرط اول ہے۔ عدم زندگی یا زندگی کے منافی اعمال اس میں داخل نہیں، یعنی پہلے اس طرح کی زندگی کا تصور کیجیے، جس میں جہاد کے لیے تڑپ بھی ہے، اور دنیا کی تعمیر نو کے ولولے بھی، پھر اس میں مناسب شرائط عائد کیجیے، یہ تقویٰ ہوگا۔ بغیر عملی جوش، اور امنگ کے، زندگی زندگی ہی نہیں، تقویٰ تو بڑی بات ہے، زیادہ واضح انداز میں یوں سمجھئے کہ ایک

مسائل تو اس پروگرام کا محض ایک جزو ہیں۔ یہودیت نے دین میں جو بڑی تحریف کی اس کا ایک افسوس ناک پہلو یہ تھا کہ انہوں نے دین کے طویل و عریض لائحہ عمل کو جس میں لطائف فکر سے لے کر دواعی عمل تک کی تسکین کا سامان موجود تھا، فقہ و مسائل کے تنگ دائروں میں محصور کر دیا، اور جب کوئی مذہب گہرائی ذوق اور جامعیت سے محروم ہو جائے تو یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس میں رہنمائی کی صلاحیتیں نہیں رہتیں بلکہ وہ ایک طرح کا بار ہو جاتا ہے۔“ مولانا حنیف ندوی نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ مذہب نیکی اور پاکبازی کی تحریک ہے اور اگر کوئی شخص دنیا میں نیکی کی نعمت سے محروم ہے اور اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں خیر کی کوئی نشانی موجود نہیں تو اُسے عقبی و آخرت میں نجات کی توقع نہیں رکھنی چاہیے، اور جب پوری قوم اسی حال میں مبتلا ہو کہ قساوت قلبی اور دنیا طلبی کی خواہشوں نے اُسے گھیر رکھا ہو تو ایسی قوم کے لیے نجات کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، کیوں کہ محض نام کا مسلمان ہونے سے عقدے حل نہیں ہوتے، فلاح کا دار و مدار اعمال صالح پر ہے۔

”غرض یہ ہے کہ اگر یہاں انسان انسان کی ذاتی صلاحیتوں کو نہیں دیکھتا اور سیرت و کردار کی خوبیوں کی قدر نہیں کرتا اور روپے پیسے کی فراوانی کی وجہ سے اپنے عیوب کو چھپا لیتا ہے، یہی نہیں بلکہ سرمایہ و دولت کی دھونس سے عدل و انصاف کے فیصلوں تک کو اپنے سامنے جھکا لیتا ہے تو یاد رکھیں یہ دھاندلی وہاں چلنے کی نہیں، وہاں پر ہر شخص کے اپنے اعمال کی پرکھ ہوگی ہر شخص کو اپنے مخصوص وزن سے تولا جائے گا، پھر یہ وزن دنیا والوں کا وزن نہیں ہوگا، جو سرمایہ و فضیلت کی نسبتوں سے گھٹتا اور بڑھتا ہے، کیوں کہ ہو سکتا ہے یہاں کا ایک عابد و زاہد وہاں محض ایک ریا کار قرار پائے، یہاں کا مانا ہوا پیر و مرشد ایک عامل و جاہل سے بھی بدتر ٹھہرے، اسی طرح یہاں جس کے علم کا شہرہ اور

سلبی نوعیت کی ہوگی، ایجابی نوعیت کی نہیں، یعنی یہ ایک طرح کی معذوری تو ہو سکتی ہے معیار نہیں بن سکتی۔ مگر اسلام جس طرح کی زندگی کا خواہاں ہے، وہ ایک تندرست آدمی کی زندگی ہے، جس میں جوش ہے، امنگ ہے، ولولہ ہے، عزم ہے، جہاد ہے، اور جمال ہے، یہ نفی اور نفس کشی کی زندگی جو رہبانیت کی پیداوار ہے، نہ اسلامی ہے اور نہ تقویٰ ہے۔“



اُس شخص کے اعمال ہیں جو توانا و تندرست ہے جس کے تمام قوائے ذہنی و عقلی برقرار ہیں، جس کا جسم عوارض سے آزاد ہے، اور جو شباب اور جوانی کی سرمستیاں بھی اپنے میں رکھتا ہے۔ اگر ان سب چیزوں کی رعایت سے زندگی کے تقاضوں کا جواب دیتا ہے اور اس چیز کا بھی خیال رکھتا ہے کہ یہ زندگی اللہ کی خوشنودی کے لیے ہے تو یہ زندگی اُس آدمی کی زندگی سے بالکل مختلف ہوگی، جو ہجو ا ہے، جس کے ذہنی و فکری قوی مفلوج ہیں۔ کیوں کہ اگر وہ نیک بھی ہوگا تو اس کی نیکی

اللہ سے معافی کی طلب اور قارئین کرام سے معذرت

اس فقیر کی ایک کتاب ”صوفی محمد عبداللہ“ (حیات، خدمات، آثار) شاکرین (شیش محل روڈ، لاہور) کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ میری معلومات کے مطابق حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ نہایت صالح بزرگ تھے۔ اللہ کے اس برگزیدہ بندے کی قبولیت دعا کے بے شمار واقعات مشہور ہیں۔ لوگوں نے ان سے دعائیں کرائیں اور باگاہ الہی میں ان دعاؤں کو شرف قبول حاصل ہوا۔ میں نے اس کا تذکرہ اس کتاب میں کیا ہے اور جن لوگوں نے ان سے دعائیں کرائیں ان کے باقاعدہ حوالے دیے ہیں۔ کتاب چھپنے کے بعد اور بھی بہت سے لوگوں نے مجھے خطوط لکھے کہ انھوں نے صوفی صاحب سے کسی معاملے میں دعا کرائی اور وہ قبول ہوئی۔ میں نے کتاب میں ان کی قبولیت دعا کے ۵۹ واقعات لکھے ہیں۔

ایک واقعہ (نمبر ۷) صفحہ ۳۶۱ پر مرقوم ہے۔ یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے: ”میرے فیصل آباد کے ایک دوست مولوی محمد رمضان یوسف سلفی نے بتایا کہ صوفی صاحب کسی گاؤں میں گئے اور ایک شخص انھیں اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ میری بھینس ہر سال کٹا جنتی ہے، دعا فرمائیے، یہ کٹی جنے۔ صوفی صاحب نے بھینس کی دم پکڑی اور اسے تین دفعہ کھینچ کر کہا: دے کٹی..... دے کٹی..... اس کے بعد اس نے متواتر تین کٹیاں دیں۔“ یہ واقعہ جس طرح مجھے بتایا گیا تھا، میں نے شائع کر دیا۔ لیکن اس کی اشاعت کے کچھ عرصے بعد مجھے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کالج (ضلع فیصل آباد) کے مدرس قاری حفیظ الرحمن سندھو نے اطلاع دی کہ جس شخص کی یہ بھینس تھی، ان کا نام چودھری حمید اللہ کابلوں ہے اور وہ چک نمبر ۸۹ بی ڈی، تحصیل یزمان ضلع بہاول نگر کے رہنے والے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ”حضرت صوفی صاحب مرحوم کو اپنے گھر لے کر گئے تھے اور بھینس کے کٹے اور کٹی کے متعلق بات کی تھی۔ صوفی صاحب نے تین دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر بھینس کی دم کھینچتے ہوئے فرمایا تھا: یا اللہ دے کٹی..... یا اللہ دے کٹی..... یا اللہ دے کٹی.....“

مجھے نہایت افسوس ہے میں قاری حفیظ اللہ سندھو کی طرف سے وصول شدہ اطلاع اسی وقت اخبار میں شائع نہ کر سکا۔ جو الفاظ صوفی صاحب کی طرف منسوب ہوئے، وہ صحیح نہیں۔ اس پر میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طالب ہوں اور قارئین کرام سے معذرت خواہ..... اصل الفاظ وہی ہیں جو خود صاحب واقعہ چودھری حمید اللہ کابلوں نے بیان کیے اور مجھے قاری حفیظ اللہ سندھو کی معرفت موصول ہوئے۔ یعنی ”بسم اللہ الرحمن الرحیم یا اللہ دے کٹی۔“ آئندہ اشاعت میں ان شاء اللہ صوفی صاحب مرحوم کے بیان کردہ الفاظ لکھے جائیں گے۔

بندۂ عاجز

محمد اسحاق بھٹی

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوستوں کا آنا ضروری ہے

ان کی تشریح و تفسیر سے آراستہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت، سفر جہاد کے سلسلے کی آمد و رفت اور جہاد میں پہرہ دینے کا شوق، جہاد کے لیے ایک دفعہ آنے جانے کا ثواب، راہ جہاد میں غبار آلود ہونے کا اجر، سفر جہاد میں وفات پا جانے کا اجر، مجاہدین سے تعاون کرنے کا جذبہ اور شوق جہاد فی سبیل اللہ جیسے عناوین کے تحت موضوع پر بات کی گئی ہے اور قارئین کے لیے عام فہم انداز سے مواد جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب پر نظر ثانی کا کام جناب ارشد کمال نے کیا ہے۔ کتاب کا کاغذ اچھا، خوب صورت ٹائٹل اور مضبوط جلد ہے۔ قیمت درج نہیں۔



اقراء قاعدہ مع مسنون نماز واذکار

تالیف: قاری عبدالرحمن صاحب

ضخامت: ۱۰۴ صفحات

خصوصیات: عمدہ آرٹ پیپر، شش رنگہ طباعت، خوب صورت ٹائٹل

ناشر: اعجاز احمد شیخ سونی البرٹا سپورٹس (پرائیویٹ)

فیکٹری ایریا، سیالکوٹ

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

قرآن کریم کا پڑھنا اور پڑھانا ایک افضل عمل ہے لیکن قرآن کریم کا سیکھنا اور سکھانا اس سے بھی بڑا عمل قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ تجوید و قراءت یعنی قرآن کریم کو اس کے مخارج حروف کے ساتھ پڑھنا قرآن کی عظمت و بزرگی کو دل میں اتارنا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ افراد امت جنہوں نے اپنی زندگیوں کو قرآن کریم کی تدریس و دیگر اسی طرح کی مصروفیات میں مصروف رکھا ہے۔

شوق جہاد

تالیف: ڈاکٹر ابو المحسن

ضخامت: ۱۶۴ صفحات

ملنے کا پتا: مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

حقیقی اور اصل جہاد کا مرتبہ قرآن وحدیث میں بارہا بیان کیا گیا ہے۔ جب لڑائی کے لیے مسلمانوں کو لکارا جائے یا ان کی عزت و آبرو پر حملے کا خطرہ ہو تو انھیں جہاد کی ترغیب دے کر کافروں اور مشرکوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث وسیر کی کتابوں سے ثابت ہے کہ مشرکین و کفار سے جہاد کی خاطر نبی کریم ﷺ خود تقریباً ۲۷ مرتبہ مسلمانوں کی کمان کرتے ہوئے میدان جہاد میں سربکف شریک ہوئے۔ بیشتر دفعہ اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کی کمان میں دیگر صحابہ اور جہادی دستوں کو شرک و کفر کی بیخ کنی کے لیے روانہ فرمایا۔ نبی کریم ﷺ جب بھی اسلام اور اہل اسلام کے لیے کسی خطرے سے آگاہ ہوتے تو اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جہاد کے لیے تیار فرماتے۔ آپ ﷺ نے کئی مشن روانہ کیے۔ کسی جگہ کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ کسی جگہ دستے روانہ فرمائے اور کہیں مشترکہ کارروائی کے لیے تمام اصحاب کو روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ کی زندگی مسلسل حرکت و عمل کا نام تھی۔ آپ ﷺ امام المجاہدین تھے اور سب سے بڑے مجاہد فی سبیل اللہ.....!

زیر تبصرہ کتاب جہاد کی روح کو سمجھنے کے لیے بہترین مواد سے لبریز ہے۔ چھ ابواب پر مشتمل یہ کتاب قرآنی آیات، صحیح احادیث اور

بنیاد

مصنف: محمد صدیق بخاری
 ضخامت: ۲۳۲ صفحات
 قیمت: ۳۰۰/- روپے
 ملنے کا پتا: سوئے حرم پبلی کیشنز، ۵۳ وسیم بلاک، حسن ٹاؤن
 ملتان روڈ، لاہور
 تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

محمد صدیق بخاری ماہنامہ ”سوئے حرم“ کے نام سے ایک جریدہ گزشتہ آٹھ برس سے شائع کر رہے ہیں۔ اس میں ان کے قلم سے ”آوازِ دوست“ کے عنوان سے شذرے اور کالم شائع ہوتے رہے ہیں۔ یہ کتاب انھی مجموعہ ہائے ”آوازِ دوست“ بن کر ”بنیاد“ کے عنوان سے مارکیٹ میں یکجا دستیاب ہوئے ہیں۔

ان کالموں یا شذروں میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ ہر کام کی ایک بنیاد ہوتی ہے، اگر بنیاد صحیح اور درست انداز میں اٹھائی جائے تو عمارت بہترین کھڑی ہوگی۔ انھوں نے اپنے کالمیات میں بعض اخلاقی، مذہبی، قومی، ملّی، سیاسی، ثقافتی اقدار کی بنیاد اٹھانے کے لیے اسلامی رہنمائی کی ضرورت پر ادیبانہ انداز میں کلام کیا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں اخلاقیات کی بے عملی، اسلامی سوجھ بوجھ کی کمی اور اچھے اطوار کی کمیابی کا فقدان عروج پر ہے۔ اسلام کی کھری اور بہترین تعلیمات کو نظر انداز کر کے اچھے بھلے تعلیم آشنا افراد بھی دیکھا دیکھی معاشرتی جھمیلوں کی نظر ہوتے محسوس ہو رہے ہیں۔

مصنف نے اپنے قلم سے ایسے واقعات کثرت سے درج کیے ہیں جن کا تعلق آج کے تعلیم یافتہ طبقے سے ہے۔ اہل ذوق کے مطالعے کے لیے یہ ”آوازِ دوست“ ”بنیاد“ کی صورت میں ایک مفید کتاب ہے، اور ایک اچھی ”بنیاد“ ثابت ہو سکتی ہے۔ مضبوط جلد، کمپیوٹر کمپوزنگ، مفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ قاعدہ ایک معزز اہل علم قاری عبدالرحمن صاحب استاذ جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ نے تالیف فرمایا ہے۔ (یاد رہے جامعہ رحمانیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز کی حسنت میں سے ہے اور یہ تصنیف و تالیف کتب کے حوالے سے بھی اپنی خدمات رکھتا ہے۔) موصوف نے اپنی تدریسی زندگی کے تجربات کے پیش نظر طلبائے قرآن کی تعلیم و تربیت کی خاطر یہ خدمت سرانجام دی ہے۔ اس قاعدے کے ۲۳ اسباق قائم کیے گئے ہیں۔ اولین سبق میں قرآنی الفاظ کی ادائیگی اور مخارج حروف سمجھنے کے لیے انسانی مونہہ کے اندرونی حصے کو تصاویر کے ذریعے حرفاً حرفاً ترتیب دے کر شائع کیا گیا ہے۔

ان سے اگلے اسباق میں مخارج الفاظ اور اس کی اقسام مثلاً ادغام، نون غنہ، حروف مدّہ، حروف لین، حروف قلقلہ وغیرہم بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اذان، اقامت، نماز، سجدہ، مسنون دعائیں، اذکار اور سوالاً جواباً توحید اور سیرت النبی ﷺ کے اسباق بیان کیے گئے ہیں۔ مدارس و مساجد جہاں جہاں تدریس قرآن کریم کی تدریس کے فریضے کو سرانجام دینے کی سعی کی جاتی ہے وہاں اس قاعدہ کی افادیت ضرور محسوس ہوگی۔ جماعت اہل حدیث کے عظیم سپوت استاذ القرآن حضرت مولانا قاری محمد ادریس العاصم رحمہ اللہ نے اس قاعدے پر نظر ثانی فرمائی ہے۔ یہ نظر ثانی کا کام اس قاعدے کی افادیت کو یقیناً دو چندان نہیں بلکہ سہ چند کر دے گا۔

تقبل اللہ سعیمہم

اللہ کریم سے دعا ہے یہ خوب صورت شش رنگہ طباعت سے آراستہ قاعدہ شائع کرنے، لکھنے و ترتیب دینے پر تمام متعلقین کو اللہ کریم جزائے خیر عطا کرے، اور یہ خدمت قبول فرما لے، آمین

خطبہ جمعۃ المبارک

۲۲ جولائی ۲۰۱۱ء کا خطبہ جمعۃ المبارک استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان) جامع مسجد الحرم گلشن اعجاز کالونی نزدسمینہ چوک ملتان روڈ ڈیرہ غازی خان میں ارشاد فرمائیں گے۔
(قاری محمد مبین امام و مدرس مسجد ہذا)



فیض محمد فضا کو صدمہ

معروف شاعر فیض لودھیانوی مرحوم کے چھوٹے داماد اور فیاض محمد فضا کے چھوٹے بہنوئی عبدالوحید بصر ۸۰ سال ۲۶ جون ۲۰۱۱ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم سلطان ٹیکسٹائل ملز سرگودھا اور سرگودھا ٹیکسٹائل ملز شیخوپورہ کے چیف پرجیز آفیسر۔ اسلامی تعلیمات کے دلدادہ نیک باریش حلال کمائی پر گزارہ کرنے والے تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اُن کی بشری کوتاہیوں کو درگزر کر کے اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ (فضا محمد فضا، مصری شاہ لاہور)

<p style="text-align: center;">دینی و دنیاوی تعلیم کا حسین امتزاج</p> <p>تعصب و منافرت سے بالاتر پاکیزہ ماحول میں نونہالان قوم کی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ انتظام، تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ تکمیل مسجد و مدرسہ کا کام بھی جاری ہے۔</p> <p style="text-align: center;">مرکز حسین ابن علی الاسلامی</p> <p style="text-align: center;">جام پور روڈ۔ ڈیرہ غازی خان</p> <p>اس کے علاوہ جامع مسجد عثمان بن عفان <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی تعمیر جاری ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلباء کے اخراجات و تنخواہوں کے سلسلے میں مختیر احباب خود تشریف لا کر جائزہ لے سکتے ہیں۔ ہم آپ کے تعاون کے منتظر رہیں گے۔ اکاؤنٹ نمبر 4356/6، مسلم کمرشل بینک جام پور روڈ پائیگاہ</p> <p style="text-align: center;">برانچ کوڈ: 0847</p> <p style="text-align: center;">بانی و مہتمم: محمد حامد اللہ چنگوانی۔ فون 0333-2641212</p> <p style="text-align: center;">ناظم مدرسہ: (مولانا) محمد ذکریا خاں چنگوانی۔ 0333-8578724</p>	<p style="text-align: center;">رشتوں کے خواہش مند</p> <p>◎ ۱۷ سالہ بیٹی، سلفی المسلك، امریکی نیشنلٹی کے لیے انجینئر سلفی العقیدہ لڑکے کا رشتہ۔</p> <p>◎ ۲۵ سالہ ایم فل، اسلامیات، شیخ فیملی کے لیے شیخ برادری کی لڑکی کا رشتہ ترجیاً فیصل آباد سے۔</p> <p>◎ ۳۰ سالہ ایم بی اے پرائیویٹ جاب واٹ کالر، باشرع لڑکا تنخواہ ۹۸ ہزار روپے کے لیے لڑکی کا رشتہ۔</p> <p>◎ ۳۰ سالہ ایم بی اے بینک آفیسر لڑکے کے لیے ماسٹر ڈگری ہولڈر لڑکی کا خوب صورت رشتہ چاہیے۔</p> <p>◎ ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ سالہ تعلیم یافتہ بینک آفیسر، سیکنڈ میرج رشتوں کے لیے لڑکے و لڑکیوں کے معقول رشتوں کے لیے فوری رابطہ کریں۔ تمام رشتے اخلاص کے ساتھ درست کوائف آپ کی ذمہ داری ہے۔</p> <p style="text-align: center;">(ملک فخر 0300-4466705)</p>
---	---

نعت النبی ﷺ

بندہ کہاں اور کہاں نعتِ رسول کریمؐ جس کے محامدِ عظیم، جس کے محاسنِ عظیم
نقطۂ اِقرأ ہے وہ، مرکزِ اسراء ہے وہ شرحِ الف لامِ را، رمزِ الف لامِ میم
میرے نبیؐ کا خدا خالق کون و مکاں میرے خدا کا نبیؐ حاملِ خلقِ عظیم
حق ہے سمیع و بصیر، عبدِ بشیر و نذیر وہ بھی رؤف و رحیم یہ بھی رؤف و رحیم
تھے وہ مبارک قدم جن کے اثر کے طفیل وادیِ بطحا ہوئی روشِ خلدِ نعیم
میرا عمل بے ثمر، تیرا عمل بے ثمر عشقِ محمدؐ اگر ہو نہ دلوں میں مقیم
آپؐ کی فرماں بری وجہِ صلاح و فلاح آپؐ کا عشق و جُوں باعثِ فوزِ عظیم

کیا ہے ”علیم“ حزیں وہم و گماں کا مقام
اس کی شفاعت ہو جب کیوں ہو عذابِ جحیم

(علیم ناصری رحمۃ اللہ علیہ)